توحید
اور
صراطِ مستقیم
کی طرف
میں نے ہدایت کیسے پائی؟
www.KitaboSunnat.com
تالیف : محمد بن جمیل زینو
نظر ثانی و اضافہ : ابن لعل دین

توحید اور صراطِ مستقیم کی طرف

میں نے ہدایت کیسے پائی؟

تالیف: محمد بن جمیل زینو ترجمہ: محمد زکریا زاہد

نظرِ ثانی واضافہ: ابن لعل دین

توحید اور صراط مستقیم کی طرف

نام کتاب ۔۔۔ میں نے ہدایت کیسے پائی؟

تالیف ۔۔۔۔۔ الشیخ محمد بن جمیل زینو

مترجم ۔۔۔۔۔۔ محمد زکریا زاھد

نظر ثانی و اضافہ ۔۔۔ ابن لعل دین

اشاعت اوّل ۔۔۔ اگست 2001ء

تعداد ۔۔۔۔۔۔ ایک ہزار

قیمت ۔۔۔۔۔۔ 60 روپے

ناشر: دار التوحید لاہور پاکستان

توحید
اور
صراط مستقیم
کی طرف
میں نے ہدایت کیسے پائی؟

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

حرف آغاز

جس پر اللہ کریم اپنا فضل و کرم کرنا چاہتا ہے تو رشد وہدایت کے ہیروں اور موتیوں سے اس کے دامن کو بھر دیتا ہے۔ پھر وہ دنیا میں اللہ کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو کر سفر زندگی کی منزل حقیقی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ اندھیروں سے روشنی کی طرف آنے کی بہت ساری سرگزشتیں تاریخ کے اوراق میں بکھری پڑی ہیں' کہ کیسے کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے گمراہی کے اندھے اور تاریک وہلاکت خیز راستوں کو خیرباد کہہ کر ہدایت کے گلستانوں اور چمنستانوں میں سانس لینے کی سعادت بخشی۔ یہ داستان عرب کے مشہور سکالر اور عالم محمد بن جمیل زینو حفظہ اللہ تعالیٰ کی داستان حیات ہے کہ جو انہوں نے ترکی کے ایک طالب علم کے کہنے پر قلم بند کی ہے۔ یہ عام داستانوں سے بالکل مختلف و منفرد ہے۔ یہ صرف ایک داستان ہی نہیں بلکہ ایک دعوت بھی ہے اور شرک وبدعت کی باد سموم کے مسلسل تھپیڑوں سے مرجھا جانے اور کملا جانے والے پھولوں کے لیے پیام حیات بھی ہے اور مژدہ جانفزا بھی ہے۔

الشیخ جمیل زینو نے اپنی داستان کو قرآن وسنت کے مضبوط قوی اور ناقابل تردید دلائل کے حسن سے بھی آراستہ کیا ہے تاکہ ہر پڑھنے والے کی ہر مسئلہ میں مکمل طور پر تسلی و تشفی ساتھ ساتھ ہی ہوتی چلی جائے۔ اور محترم الشیخ کی یہ داستان حیات اس قدر دلچسپ انداز میں رقم ہے کہ قاری دوران مطالعہ اس میں اس حد تک کھو جاتا ہے کہ گویا وہ خود شیخ موصوف کے ساتھ مختلف بلاد اسلامیہ میں مختلف جگہوں پر چلا پھر رہا ہے۔

بندہ ناچیز نے اس میں مختلف مقامات پر شیخ کے موقف کو وضاحت سے بیان کرنے کے لیے فٹ نوٹس کی شکل میں وضاحتیں اور تشریحات لکھی ہیں اور ان میں اصل مصادر کے حوالے بھی دے دیئے ہیں تاکہ کوئی یہ کہہ کر ماننے سے انکار نہ کر دے کہ یہ تو شیخ کا اپنا مشاہدہ ہے یا موقف ہے کوئی سند یا حوالہ پر مبنی بات تو نہیں۔ اس کے علاوہ راقم نے کتاب کی

نظر ثانی بھی کی ہے۔ اور فاضل نوجوان عالم محترم الشیخ زکریا زاہد صاحب نے اس کا بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ کیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے (آمین)

اس کتاب کے شائع کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ کوئی گم گشتہ راہ' صراط مستقیم پر چل پڑے ...... کوئی صبح کا بھولا شام کو واپس اپنے گھر آ جائے ...... کوئی تصوف' تقلید' جمود اور شرک وبدعت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکنے والا قسمت کا مارا توحید کی شفاف روشنیوں میں آ جائے اور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین' شفیع المذنبین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام پر چل کر اپنی آخرت بھی سنوار لے اور ہمارے لیے بھی اجر وثواب کا باعث بن جائے۔ إن شاء اللہ

الفقیر الی اللہ العزیز

ابن لعل دین

۳ مارچ ۲۰۰۱ لاہور

مقدمہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ' وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا' مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ' وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ' وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ' وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ○ امابعد:

مجھے ایک ترکی طالب علم کی طرف سے خط ملا کہ جو اس نے اپنے شہر "قونیہ" سے میرے نام لکھا تھا۔ وہ لکھتا ہے:

مکرمی جناب / محمد بن جمیل زینو' مدرس دارالحدیث الخیریہ مکہ المکرمہ

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وبعد:

استاذ محترم! میں قونیہ میں شریعت کالج کا طالب علم ہوں۔ میں نے آپ کی کتاب "اسلامی عقیدہ" کہیں گری ہوئی اٹھائی اور اس کا ترجمہ ترکی زبان میں کر دیا۔ اب میں اس کو چھاپنے کا ارادہ رکھتا ہوں مگر آپ کے حالات زندگی مجھے درکار ہیں۔ آپ مجھے مطلوبہ معلومات درج ذیل پتہ پر ارسال فرما دیں۔ جناب کا بہت زیادہ مشکورہ ہوں گا۔ جزاکم اللہ خیراً

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بلال بارو جی۔ ترکی

اسی طرح اور بہت سارے طالب علم بھائیوں نے بھی مجھے خطوط لکھے کہ میں اپنی

زندگی کی داستان اور ان مراحل سے متعلق ضرور لکھوں کہ جن سے گزرتے ہوئے میں اپنے بچپن سے لے کر ستر سال کی عمر تک پہنچا ہوں۔ میں نے سلف صالحین کے صحیح اسلامی عقیدہ کی طرف کیسے راہنمائی حاصل کی؟ وہ صحیح عقیدہ کہ جو قرآن کریم اور صحیح احادیث مبارکہ سے مستند ہے۔ اور یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ اسے وہی جان سکتا ہے جس نے اس کی لذت کو چکھا ہو۔ سچ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ”جو شخص اللہ کو اپنا رب ماننے پر ‘اسلام کو اپنا دین ماننے پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا رسول ماننے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔“ (صحیح مسلم)

لہٰذا میں اپنی زندگی کی یہ داستان اس لئے لکھ رہا ہوں کہ شاید پڑھنے والے کو اس میں کوئی نصیحت اور سبق مل جائے کہ جو اس کے لئے باطل سے حق کی پہچان کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو (ان شاء اللہ) اللہ ذوالجلال والاکرام سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب سے عام مسلمانوں کو نفع پہنچائے اور اس کام کو اپنے لئے خالص کر لے۔ (اللّٰھم آمین)

اللہ کریم کا عاجز بندہ۔

محمد بن جمیل زینو / مکہ مکرمہ

۱۴۱۵/۱/۱ھ

ولادت اور پرورش

ملک شام کے شہر حلب میں ۱۹۲۵ء بمطابق ۱۳۴۴ھ کو میری پیدائش ہوئی۔ (اس وقت میری عمر تقریباً ستر سال ہے) جب میں دس سال کا ہوا تو مجھے ایک پرائیویٹ سکول میں داخل کروا دیا گیا' جہاں میں نے لکھنا پڑھنا سیکھا۔ اس کے بعد میں مدرسہ تحفیظ القرآن میں داخل ہو گیا اور وہاں سے میں نے قرآن حکیم تجوید کے ساتھ حفظ کر لیا۔ پھر میں علوم و فنون کی مہارت پیدا کرنے والے کلیہ شرعیہ میں داخل ہو گیا کہ جو آج کل "شرعی ہائی سکول" کے نام سے مشہور ہے اور یہ اوقاف اسلامیہ کے تابع ہے۔ اس سکول میں شرعی اور جدید علوم ساتھ ساتھ پڑھائے جاتے تھے۔ چنانچہ میں نے اس میں تفسیر' فقہ حنفی' عربی گرامر (صرف و نحو)' تاریخ' علم حدیث' حدیث اور دیگر شرعی علوم پڑھے۔ اسی طرح جدید عصری علوم میں سے میں نے اس سکول میں فزکس' کیمسٹری' ریاضی وغیرہ پڑھے اور ساتھ ساتھ فرنچ زبان بھی سیکھی اور پڑھی۔ ان کے علاوہ میں نے الجبرا جیسے علوم بھی پڑھے کہ جن میں مسلمان صد ہا سالوں سے ماہر مانے جاتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک کتاب میں کہ جس کا نام "الحصون الحمیدیہ" تھا' علم التوحید بھی پڑھا تھا۔ یہ کتاب توحید ربوبیت پر مشتمل تھی اور اس کتاب کا موضوع اس بات کو دلائل سے ثابت کر رہا تھا کہ اس جہان کا ایک پیدا کرنے والا اور رب ہے۔ مجھے بعد میں پتہ چلا کہ تصنیف و تالیف کا کام کرنے والے' عام مسلمانوں اور جامعات و مدارس میں کہ جہاں شرعی علوم پڑھائے جاتے ہیں' وہاں بھی عقیدۂ توحید ربوبیت میں بہت زیادہ غلطیاں اور خطائیں پائی جاتی ہیں۔ اور یہی غلطیاں وہ لوگ کرتے تھے کہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی سینہ تان کر اور ڈٹ کر مخالفت کی اور آپ کے خلاف لڑائیاں لڑیں' حالانکہ وہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے اور اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ ان کا خالق ایک اللہ ہی ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ ﴾

(الزخرف ۴۳/ ۸۷)

"(اے رسول) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو کہہ دیں گے کہ "اللہ نے۔" تو پھر (اس اقرار کے باوجود) یہ کہاں بھٹکے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ (کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں)"۔

بلکہ شیطان ملعون بھی اس بات کا اعتراف کرتا تھا کہ اس کا رب "اللہ" ہے۔ اللہ رب العالمین نے اس کے اس اقرار کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ ﴾ (الحجر ۱۵/ ۳۹)

"کہنے لگا: اے میرے پروردگار! جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے، میں بھی اسی طرح زمین میں لوگوں کے لئے دنیا اور گناہوں کو مزین کر کے دکھاؤں گا اور سب کو گمراہ کر دوں گا"۔

البتہ "توحید الوہیت"[1] کہ جو اسلام کی بنیاد ہے اور جس کے ساتھ ایک مسلمان آدمی نجات حاصل کرتا ہے۔ میں نے نہیں پڑھی اور نہ ہی میں اس کے متعلق کچھ جانتا تھا۔ حالت یہ ہے کہ باقی مدارس و جامعات کہ جہاں دنیاوی علوم پڑھائے جاتے ہیں وہاں کے طلبہ تو اس کے متعلق کچھ جانتے ہی نہیں اور نہ ہی یہ مضمون وہاں پڑھایا جاتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] تمام قسم کی عبادات کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص کر دینا اور کسی قسم کی عبادت میں اس کے ساتھ شرک نہ کرنا توحید الوہیت ہے۔ جیسے دعا، قربانی اور نذر وغیرہ جیسی عبادات سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اسی طرح عالم الغیب ہونا، حاضر ناظر ہونا، مختار کل ہونا، حاکم اعلیٰ ہونا، کارساز ہونا، نفع و نقصان پہنچانا، ہر کسی کی دعا و پکار سننا اور مدد کرنا، عزت و ذلت اور بادشاہی دینا، رزق و معیشت فراہم کرنا، مشکل کشائی کرنا، خزانوں کا مالک ہونا، مارنا اور زندہ کرنا، لائق سجدہ ہونا وغیرہ جیسے امور کے وقوع پذیر ہونے کا عقیدہ صرف اللہ واحد سے رکھنا بھی توحید الوہیت میں شامل ہے۔

نے تمام رسولوں اور نبیوں کو اس بات کا حکم دیا تھا کہ وہ (اپنی اپنی قوموں کو) اس کی الوہیت کی دعوت دیں اور اسی چیز کی طرف خاتم النبین محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی قوم کو دعوت دی۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور تکبر کیا' جیسا کہ اللہ ذوالجلال نے ان کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوٓا۟ إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ ﴾

(الصافات ۳۷/ ۳۵)

"ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے یہ کہا جاتا کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود (الٰہ) نہیں" تو وہ غرور کرنے لگتے۔"

اس لئے کہ عرب لوگ ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ﴾ کا معنی خوب سمجھتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ جس نے یہ کہہ دیا تو پھر اس کے بعد اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کو اپنی حاجات کے لئے پکارے۔ اب حالت یہ ہے کہ بعض مسلمان اس عقیدہ الوہیت کا اپنی زبانوں سے اقرار بھی کرتے ہیں اور غیر اللہ کو پکارتے بھی ہیں! گویا وہ خود ہی اپنے اقرار کی نفی کر رہے ہوتے ہیں۔[1]

---

[1] یہ صرف عرب میں نہیں بلکہ تصوف کے کانٹوں نے برصغیر پاک و ہند کے باشندوں کے عقیدہ توحید کو بھی زخمی کر چھوڑا ہے کہ وہ مصیبت اور تکلیف کے وقت اللہ تعالیٰ کی بجائے زندہ بزرگوں اور مردہ بزرگوں کی روحوں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ اسی مسئلہ میں مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ کے کچھ مرید حج کے لئے بحری جہاز پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ راستے میں اچانک جہاز نے زبردست ٹکر کھائی' قریب تھا کہ پاش پاش ہو کر غرق ہو جاتا مریدوں نے جب دیکھا کہ اب تو غرق ہو کر مر جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تو انہوں نے حاجی امداد اللہ کو مدد کے لئے پکارا۔ جس کے نتیجے میں سینکڑوں میل دور پیر صاحب آن پہنچے اور دریا میں اتر کر جہاز کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اٹھایا۔ (زور لگانے کے نتیجے میں) ان کی کمر چھل گئی۔ لیکن جہاز غرق ہونے سے بچ گیا اور تمام مریدوں کی جان بچ گئی (ملخصا کرامات امدادیہ / ص ۳۶) مریدوں کی چیخ و پکار پر جہازوں کو ڈوبنے سے بچانے کے اور بھی واقعات ملتے ہیں تفصیلات کے لئے دیکھئے کرامات امدادیہ: ص ۱۴ اور شمائم امدادیہ حصہ دوم: ص ۴۳) مسئلہ مذکورہ میں کہ مشکلوں اور مصیبتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہئے ⟵

◄ سے اعراض کرتے ہوئے خان صاحب لکھتے ہیں کہ: "میں نے جب بھی مدد طلب کی تو (یا اللہ کہنے کی بجائے ہمیشہ میری زبان نے)' یا غوث ہی کہا۔ ایک دفعہ میں نے ایک دوسرے ولی (حضرت محبوب الٰہی) سے مدد مانگنی چاہی مگر میری زبان سے ان کا نام ہی نہ نکلا بلکہ زبان سے "یا غوثاہ" ہی نکلا۔ (ملفوظات) اسی طرح ملفوظات ص ۹۲ حصہ اول میں احمد رضا اس مسئلہ کو مزید واضح کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص جنید بغدادی کے کہنے پر یاجنید' یاجنید پکارتا ہوا دریا کے پانی پر زمین کے فرش کی مانند چلنے لگا۔ جب دریا کے درمیان پہنچا تو شیطان لعین نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ لہٰذا اس نے یااللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا تو فوراً پکارا "حضرت! میں ڈوب چلا" تو انہوں نے فرمایا: "(اس مصیبت میں) وہی پہلے والا کلمہ کہہ"۔ تو اس نے جب یاجنید' یاجنید کہا تو دریا سے پار ہو گیا۔ (ملخصاً)

اسی طرح کچھ صوفی حضرات نے اپنا پیری مریدی کا کاروبار چمکانے کے لئے مصیبتوں میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی بجائے لوگوں کو آمادہ کیا کہ وہ ہمارے پیر عبدالقادر جیلانی کو پکاریں اور پھر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے عبدالقادر جیلانیؒ سے یہ من گھڑت قول منسوب کر دیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ: جس نے کسی مصیبت میں مجھ سے فریاد کی تو وہ مصیبت جاتی رہی۔ جس نے کسی سختی میں میرا نام پکارا تو وہ سختی دور ہو گی (لہٰذا مصیبت کے وقت کسی اور کی بجائے مجھے ہی پکارو) (بحوالہ بہجۃ الاسرار)

مزید ایک مثال ملاحظہ کریں۔ کہتے ہیں:

"کچھ مسافر شیخ ابوالحسن خرقانی کے پاس گئے اور دعا کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ: "خدا کا نام لے کر سفر پر روانہ ہو جاؤ اگر راستے میں کوئی تکلیف آئے تو مجھے (ہی) پکارنا۔" کچھ مسافروں کو اس بات پر اعتماد تھا مگر کچھ بدظن ہو گئے۔ راستے میں ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ جن لوگوں نے شیخ ابوالحسن کو مدد کے لئے پکارا وہ بچ گئے مگر جنھوں نے خدا کو پکارا ان میں سے کچھ جان سے بھی گئے (یعنی قتل کر دیئے گئے) اور ان کا سامان بھی ضائع ہو گیا۔" (سیرالاولیاء' ص / ۳۳۸)

غیراللہ کو مصیبت کے وقت پکارنا خواہ وہ ولی ہو یا نبی یہی تو شرک ہے اسی کی طرف قرآن میں اللہ رب العزت نے اس عقیدہ کا رد کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں فرمایا ہے:

① "ان سے پوچھئے کہ بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے یا (قیامت کی) گھڑی آ جائے تو کیا ایسی حالت میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو تو بتاؤ (نہیں) بلکہ ہر مصیبت کے وقت تم اللہ ہی کو پکارتے ہو۔ پھر اللہ اگر چاہتا ہے تو اس مصیبت کو دور کر دیتا ہے جس مصیبت کو دور کرنے کیلئے تم اسے پکارتے ہو اور ایسے وقت میں تم ان (بزرگوں اور ولیوں وغیرہ) کو بھول جاتے ہو جن کو اللہ کا شریک بناتے ہو"۔ (انعام ۶ / ۴۰-۴۱) ◄

جہاں تک "توحید الاسماء والصفات" کا تعلق ہے تو صد افسوس کہ مسلمانوں کے بیشتر ممالک اور شہروں میں مدارس کے اندر جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کی تاویل کی جاتی ہے اسی طرح ہمارے اس سکول میں بھی ان کی تاویل کی جاتی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ قرآن حکیم کے اس فرمان:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ۵)

"وہ رب رحمٰن عرش پر مستوی ہو گیا۔"

کی تفسیر ہمارے استاذ صاحب یوں کرتے ﴿ اِسْتَوٰى ﴾ بمعنی اِسْتَوْلٰی یعنی قابض ہونے اور

← اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ کفار مکہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے لیکن ساتھ ہی بزرگوں کو وسیلہ سمجھ کر ان کی بھی عبادت کر لیا کرتے تھے اور ان کو بھی کبھی کبھی مشکلوں کے وقت اور منت مراد کے لئے پکار لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو بھی شرک قرار دیا ہے۔

(۲) اسی بات کی وضاحت ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں:

"(اے مشرکو!) جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے ہی (اللہ کے) بندے ہیں۔ (جب) تم انہیں پکارو تو پھر اگر تم سچے ہو تو انہیں چاہئے کہ تمہیں جواب دیں۔ (لیکن ان کی طرف سے تمہیں کبھی بھی جواب نہیں ملے گا لہٰذا ان کو پکارنا بے سود ہے)۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مخلوق میں سے کسی بندے کو پکارنا فضول اور بے فائدہ ہے پکارنا تو اسے چاہئے کہ جو پکار کا جواب دے سکے جو بندہ نہ ہو بلکہ تمام بندوں کا معبود ہو اور وہ اللہ رب العزت کی ہی ذات بابرکات ہے۔

(۳) اللہ کے علاوہ کوئی مخلوق کی مدد کر سکتا ہے؟ اس کا فیصلہ ایک اور اسلوب میں کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جن کو تم اللہ کے علاوہ (اپنی مدد کے لئے) پکارتے ہو وہ تمہاری مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ وہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں"۔ (اعراف ۷/ ۱۹۷)

ان واضح احکامات قرآنی اور فرامین ربانی کے باوجود بعض صوفیاء اور مشرک لوگ اور جاہل مرید اس ضد اور ہٹ دھرمی کا شکار ہیں اور اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ اللہ کے علاوہ ہمارے پیر اور فلاں بزرگ کو بھی اگر پکاریں تو وہ فوری مشکل کشائی اور حاجت روائی کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کا در چھڑوا کر غیر اللہ کی پوجا کروانے کے لئے یہ صوفیا اور پیر کیا کیا پاپڑ بیلتے ہیں۔

غالب ہونے کے ہے اور پھر شاعر کے اس شعر سے دلیل پکڑتے:

قَدِ استویٰ بِشر عَلی العِرَاقِ

مِن غَیرِ سَیفٍ وَ دَمٍ مِهراقٍ

"بشر بغیر تلوار چلائے اور خون بہائے ملک عراق پر قابض ہو گیا ہے۔"

امام ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا کسی کو معلوم ہی نہیں۔ کچھ اور لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ کوئی عیسائی تھا۔ لفظ "اِستویٰ" کی تفسیر صحیح بخاری میں اللہ رب العالمین کے اس فرمان کے مقام پر

﴿ ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ ﴾ (البقرۃ۲/ ۲۹)

"پھر وہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے (اپنے) طریقہ اور انداز سے سات آسمان بنائے"۔

یوں بیان ہوئی ہے۔ امام مجاہد اور ابو العالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ استوی ﴾ کا معنی ہے ((عَلاَ وَارْتَفَعَ)) یعنی وہ بلند ہوا (صحیح بخاری جلد ۸ ص ۱۷۵ کتاب التوحید)

تو کیا کسی مسلمان کے لئے جائز ہے کہ صحیح بخاری میں تابعین کے وارد اس قول کو چھوڑ دے اور نامعلوم شاعر کی بات کو لے لے؟ ہرگز نہیں۔

یہ فاسد تاویل کہ جو اللہ ذوالجلال کے اپنے عرش پر بلند ہونے کا انکار کر رہی ہے' امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے عقیدہ کی بھی مخالف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کہ جن کا مذہب وہ باقاعدگی سے سبقاً سبقاً پڑھتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: "جو یہ کہے کہ میں اپنے رب کو نہیں جانتا وہ آسمانوں میں ہے یا زمین پر' اس نے کفر کیا۔" اس لئے کہ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ الرَّحمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ "اللہ رحمٰن عرش پر مستوی ہو گیا۔"

اور اس کا عرش ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ (دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ / ص ۳۲۲)

میں نے میٹرک کی سند ۱۹۴۸ء میں لی اور پھر جلد ہی ایف اے کی سند بھی حاصل کر لی۔ جامعہ ازھر' قاھرہ مصر میں داخلہ کا امتحان بھی پاس کر لیا مگر کچھ جسمانی بیماری کے اسباب سے میں وہاں پڑھنے کے لئے نہ جا سکا اور میں نے حلب میں ہی ادارہ معلمین کے اندر داخلہ لے

لیا۔ فراغت کے بعد پڑھانا شروع کر دیا اور بطور مدرس میں نے ۲۹ سال کام کیا۔ پھر میں نے تدریس کا شعبہ ترک کر دیا۔ تدریس سے استعفیٰ کے بعد ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۹ء) میں عمرہ کے لئے میں مکہ مکرمہ آیا۔ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ سے تعارف ہوا۔ جب انہیں میرے متعلق معلوم ہوا کہ میرا عقیدہ سلفی ہے تو انہوں نے حج کے ایام کے لیے حرم مکی میں مجھے استاذ کے طور پر متعین فرما دیا۔ جب حج کا سیزن گزر گیا تو آپ نے مجھے اردن کی طرف داعی بنا کر بھیج دیا۔ چنانچہ میں وہاں پہنچا اور ایک مدت تک شہر "رمثا" کی جامع مسجد صلاح الدین ایوبیؒ میں بطور امام و خطیب اور مدرس کام کرتا رہا۔ میں پرائمری سکولوں میں جاتا' طلبہ کو عقیدہ توحید کا درس دیتا اور انہیں اس طرف متوجہ کرتا تو وہ اس تعلیم کو بڑے احسن طریقے سے قبول کرتے۔

۱۴۰۰ھ (۱۹۸۰ء) کے ماہ رمضان میں عمرہ کے لئے میں دوبارہ مکہ مکرمہ آیا۔ اور حج کے بعد تک ٹھہرا رہا۔ وہاں میری جان پہچان "دارالحدیث الخیریہ مکہ مکرمہ" کے ایک طالب علم سے ہو گئی۔ اس نے مجھ سے اسی بات کا مطالبہ کیا کہ میں دارالحدیث میں بطور استاذ آ جاؤں اور پڑھاؤں' کیونکہ وہاں اساتذہ کی اشد ضرورت تھی۔ بالخصوص علوم حدیث کے اسباق کے لئے۔ میں نے دارالحدیث کے مدیر محترم سے ٹیلیفون پر بات کی تو انہوں نے رضامندی کا اظہار فرمایا اور کہنے لگے کہ "میں سماحۃ الشیخ / ابن باز رحمہ اللہ سے لکھوا لاؤں۔" چنانچہ میں نے شیخ موصوف رحمہ اللہ سے بات کی تو انہوں نے مدیر مذکور کو لکھ دیا کہ میں ان کے پاس بطور مدرس کام کروں گا۔ میں مدرسہ پہنچا اور طلبہ کو تفسیر' توحید' قرآن حکیم اور دوسرے علوم پڑھانے لگا۔

پھر اللہ رحیم و کریم کے فضل اور اس کی توفیق سے میں نے چھوٹی چھوٹی اور متوسط درجہ کی کتابیں لکھنا شروع کر دیں کہ جنہوں نے دنیا جہان میں شرف قبولیت حاصل کیا۔ بعض کتابیں انگریزی' فرنچ' بنگالی' انڈونیشی' ترکی' اردو اور ان کے علاوہ دوسری بہترین زبانوں میں ترجمہ ہو کر پوری دنیا میں پھیل گئیں۔ میں نے ان کا نام "سلسلۃ التوجیہات الاسلامیہ" رکھ دیا کہ جو بیس سے زیادہ کتابچوں اور کتابوں پر مشتمل ہے' اور ان میں سے

اکثر کی طباعت لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ فللّٰہ الحمد۔ ان میں سے بیشتر فی سبیل اللہ تقسیم ہوتی ہیں۔

اللہ رب العالمین سے دعاگو ہوں کہ وہ ان کتابوں سے عامۃ المسلمین کو پورا پورا نفع بخشے اور اس عمل کو خالصتاً اپنی ذات کے لئے کر لے (اللّٰھم آمین)

میں پہلے نقشبندی تھا

میں بچپن سے ہی ذکر کے حلقوں اور مساجد کے دروس میں بیٹھا کرتا تھا۔ ایک بار طریقہ نقشبندیہ کے ایک مولوی صاحب نے مجھے دیکھا تو مسجد کے ایک کونے میں لے گئے اور مجھے نقشبندی طریقے کے مطابق ورد بتانے لگے۔ لیکن اپنی کم عمری کی وجہ سے میں ان "وردوں" پر قائم نہ رہ سکا جن کا انہوں نے مجھے حکم دیا تھا' البتہ میں اپنے کچھ رشتہ داروں کے ساتھ ذکر کی ان مجالس میں حاضر ضرور ہوتا رہا۔ اور جو قصیدے و ترانے وہ گاتے رہتے انہیں میں سنتا رہتا۔ ایک بات میں نے خاص طور پر نوٹ کی کہ جب بھی ان قصیدوں میں ان کے شیخ (پیر) کا نام آتا تو وہ بلند آواز سے چیخنے لگتے۔ رات کے وقت یہ بے ہنگم آواز مجھے عاجز کر دیتی اور میرے لئے بے چینی اور مرض (تکلیف) کا سبب بن جاتی۔ جب میری عمر تھوڑی سی بڑھی تو میرا ایک رشتے دار مجھے محلے کی مسجد میں ساتھ لے جانے لگا' تاکہ اس کے ساتھ میں ختم شریف کی محفل میں شریک ہو سکوں۔ ہم ایک حلقے کی شکل میں بیٹھ جاتے۔ ایک مولوی صاحب ہمیں کنکریاں تقسیم کر دیتے اور کہتے کہ: "ان پر "فاتحہ شریف اور قل ھو اللہ شریف" پڑھو۔" تو ہم ان کنکریوں کی تعداد کے برابر سورۃ الفاتحہ' سورۃ الاخلاص' دعائے استغفار اور اللہ کے نبی ﷺ پر ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق درود شریف پڑھتے۔ اس درود کے کچھ الفاظ جو ابھی تک مجھے یاد ہیں یوں تھے۔

> اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ الدَّوَابِّ...... "اے اللہ! محمد (ﷺ) پر چوپایوں کے برابر درود بھیج۔"

اپنے ذکر کے آخر میں ان کلمات کو وہ اونچی آواز سے کہتے جاتے۔ آخر میں اس ختم شریف کے وکیل مولوی صاحب کہتے "رابطہ شریف" اس سے ان کی مراد یہ ہوتی کہ اپنے ذکر کے دوران مریدین اپنے شیخ (پیر) کا اپنے دلوں میں تصور بٹھائیں' اس لئے کہ ان کے گمان کے

مطابق ان کا یہ شیخ اپنے مریدوں کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے کرواتا ہے۔

چنانچہ وہ دوران ذکر چیخنے چلانے لگتے۔ دوران وجد ان کو حال پڑ جاتا اور وہ اپنے کپڑے پھاڑ لیتے۔[1] ایک بار میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بلند جگہ سے اٹھا اور حاضرین کے سروں کو روندتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی پہلوان اکھاڑے میں اتر آیا ہو۔ طریقہ نقشبندیہ کے اس مولوی کے اس طریقہ ذکر پر' اس چیخ و پکار اور طوفان بدتمیزی پر میں بہت حیران ہوتا۔

---

[1] (وجد) یہاں شیخ صاحب صوفیوں کی ایک خاص عبادت کا ذکر کر رہے ہیں کہ جس میں ایسے خود ساختہ اذکار و اوراد اور اشعار جب وہ سنتے ہیں تو ان پر ایسی دیوانہ (مجنونانہ) کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ اس کو وجد و تواجد اور سماع کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس میں وہ کپڑے پھاڑنے کے علاوہ خوب رقص بھی کرتے ہیں ناچتے کودتے اور عجیب و غریب حرکات کرتے ہیں جب کہ جاہل لوگ اس موقع پر کہتے ہیں کہ ان کی لائن یا کال مل گئی ہے' اب ان کا ڈائریکٹ رابطہ ہو گیا ہے۔

تصوف کے فرقہ نوشاہیہ کے سب لوگ صاحب وجد و سماع و شوق و ذوق اور مستی ہیں مگر فقرائے سلسلہ پاک رحمان سماع کے وقت سب سے زیادہ مست ہو جاتے ہیں' جب تک ان کے پاؤں میں رسہ ڈال کر اُلٹا نہ لٹکائیں اور ساعت دو ساعت اسی حالت میں بھی رقص نہ کر لیں سرد (ٹھنڈے) نہیں ہوتے۔ اور اگر اس عمل سے ہوش میں نہ آئیں تو اسی حالت میں ان کو زمین پر کھینچتے ہیں' جب تک وہ ہوش میں نہ آ جائیں (اس دوران) رسہ ان کے پاؤں سے نہیں کھولا جاتا۔ (حدیقۃ الاولیا: ص ۶۹)

ان اولیاء و مریدین پر سماع کی محفل کے بغیر بھی وجد طاری ہو جاتا۔ اس کا غماض ایک حیران کن واقعہ تذکرہ نوشاہی میں یوں ہے کہ "ایک روز حافظ صاحب اپنے خسر کے ہاں حالت جذب و استغراق میں بیٹھے تھے۔ گھر کے سامنے ایک زمیندار کی لڑکی چرخہ کات رہی اور ساتھ ساتھ کچھ گا بھی رہی تھی۔ اس کے سرود (گیت) نے حافظ صاحب پر حالت وجد طاری کر دی۔ لڑکی کے خاموش ہونے پر فرمایا: "اے لڑکی! ایک بار پھر اسی طرح نغمہ سرائی کر"۔ لڑکی شرم کی مارے اٹھ کر اندر چلی گئی۔ کچھ زیادہ عرصہ (دیر) نہ گزرا تھا کہ اس کے پیٹ میں سخت درد اٹھا اور وہ حالت نزع تک جا پہنچی' علاج معالجہ سے فائدہ نہ ہوا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر اس کے والدین آپ کے پاس آئے اور معذرت چاہی۔ آپ نے فرمایا: "اسے میرے روبرو لاؤ۔" جب لڑکی آپ کے سامنے حاضر ہوئی تو فرمایا: "اے لڑکی! پھر اسی طرح نغمہ گا ان شاءاللہ اچھی ہو جائے گی۔" چنانچہ اس لڑکی نے وہی نغمہ اسی انداز میں گایا تو آپ کی توجہ سے اسی وقت صحت یاب ہو گئی"۔ (خزینۃ الاصفیاء / ص ۲۸۸)

یوں ان ''اولیا'' کو سیدھے سادے لوگوں کو اپنے شعبدہ بازی کے دام میں پھنسا کر اپنی حیوانی خواہش کی تکمیل کرنے کا کیسا ہی مکروہ فن آتا ہے' وجد و سماع میں یہ کس قدر ناچتے ہیں' تھرکتے ہیں' اس کی بھی ایک مثال نقشبندی فرقہ سے حاضر ہے کہ جس کا شیخ صاحب بطور خاص یہاں ذکر کر رہے ہیں۔ کہتے کہ:

''شیخ ابوالحسن خرقانی سماع نہیں سنا کرتے تھے۔ ایک روز ابو سعید آپ کی زیارت کے لئے خرقان آئے اور کھانے سے فارغ ہو کر سماع کی اجازت طلب کی۔ آپ ابوالحسن خرقانی نے فرمایا: ''ہم سماع نہیں سنا کرتے (لیکن) آپ کی وجہ سے سن لیتے ہیں۔'' قوالوں نے ایک شعر پڑھا تو ابو سعید نے کہا: ''اے شیخ اب وقت ہے' آپ اٹھیں۔'' تو ابوالحسن اٹھ کھڑے ہوئے اور تین بار اپنی آستین وجدانہ حرکت دی اور سات بار حالت وجد میں زمین پر اپنے پیر مارے۔ آپ کا وجد میں آنا تھا کہ خانقاہ کی دیواریں آپ کے ساتھ ہلنے لگیں۔ ابو سعید نے کہا: ''حضرت بس کیجئے! کیونکہ ساری عمارت گر جائے گی اور قسم ہے اس ذات وحدہ لا شریک کی! کہ آسمان و زمین بھی آپ کے ساتھ رقص کرنے لگیں گے۔'' اس پر ابوالحسن خرقانی نے اپنے مریدوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ''سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جو اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثریٰ تک دیکھتا ہو''۔ آپ نے مزید فرمایا: ''اگر تم سے کوئی دریافت کرے کہ ''رقص کیوں کرتے ہو؟'' تو کہنا کہ گزرے ہوئے لوگوں کی موافقت میں اور جن لوگوں کے لئے سماع جائز ہے وہ ایسا کرتے ہیں۔'' (صوفیائے نقشبند: ص ۱۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ صوفیوں میں ایک طبقہ ایسا ہے کہ جو حقیقت میں بالکل عیاش طبقہ ہے' جو عشق بازی کانوں کی عیاشی اور ہوس رانی کے لئے تقدس کے پردوں میں ذکر و سماع کے نام پر یہ محفلیں جماتا ہے۔ ان کا علاج وہی ہے جو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے صوفیوں سے مناظرہ کرتے ہوئے امیر افرم کے روبرو تجویز کیا۔ صوفیوں نے جب مناظرہ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس حالت وجد کے طاری ہونے میں ہمارا اپنا کوئی اختیار نہیں' یہ افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم سے اضطراراً سرزد ہوتے ہیں لہٰذا ان کا روکنا ہمارے بس سے باہر ہے'' تو پھر رفاعی شیخ نے پوچھا کہ: ''پھر اس اضطراری وجد و حال کو کیونکہ روکا جا سکتا ہے'' تو امام ابن تیمیہؒ نے فوراً جواب دیا: ''شرعی کوڑوں (کی سزا) سے۔'' اس پر امیر افرم ہنس پڑا۔ امام صاحب نے کہا: ''ہاں! پھر اگر شرعی کوڑوں سے کام نہ چلے تو تلوار محمدی ﷺ سے''۔ یہ کہہ کر امیر افرم کے ہاتھ سے تلوار لے لی اور اسے ہوا میں بلند کر کے کہا: ''یہ شخص امیر افرم رسول اللہ ﷺ کا نائب اور ادنیٰ غلام ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ہے۔ اب جو شخص کتاب و سنت سے روگردانی کرے گا اس کو موت کے گھاٹ اتارا جائے گا۔'' (امام ابن تیمیہؒ از کوکن عمری / ص ۱۶۵)

شیخ علی ہجویری صوفیاء کے اس سماع کا ذکر کرتے ہوئے داؤد علیہ السلام کی طرف منسوب ایک بے سند

"ایک بار میں اپنے کسی عزیز کے گھر اس طرح کی ایک جمی ہوئی محفل میں آیا اور اس نقشبندی طریقہ کی جماعت سے میں نے درج ذیل شعر بیرون دیوار سن لیے۔ وہ گا رہے تھے:

دُلُّونِيْ بِاللّٰهِ دُلُّونِي
عَلَى شَيخ النَّصرِ دُلُّونِي

"تمہیں رب کی قسم! میری راہنمائی کرو' مجھے مدد کرنے والے شیخ کے پاس پہنچا دو' مجھے وہاں لے جاؤ۔"

اَلّذِي يُبْرِي الْعَلِيلَ
وَيَشْفِي الْمَجْنُونَا

"کہ جو بیمار کو شفا دیتا ہے اور پاگلوں کو ٹھیک کر دیتا ہے"۔

میں گھر کے دروازے پر ہی کھڑا ہو گیا اور اندر داخل نہ ہوا۔ میں نے گھر والے سے کہا: "کیا تمہارا شیخ بیماروں کو شفا بھی دیتا ہے اور پاگلوں کو درست بھی کر سکتا ہے؟" وہ کہنے لگا: "ہاں" تو میں نے اس سے کہا: "اللہ کے نبی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کہ جنہیں اللہ رب العالمین نے مُردوں کو زندہ کرنے' مادر پدر زاد کوڑھیوں اور برص والوں کو ٹھیک کرنے کا معجزہ عطا فرمایا تھا' وہ تو مردوں کو زندہ اور بیماروں کو تندرست کرنے کے لئے ﴿ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ "اللہ کے

■ حکایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "کہتے ہیں کہ ایک دفعہ سات سو جوان لڑکیاں اور بارہ ہزار بوڑھے لوگ (داؤد علیہ السلام کے کلام کا سماع کرتے ہوئے) مر گئے تھے" (کشف المحجوب از سید علی ہجویری ترجمہ محمد الطاف نیروی / ص ۸۰۰)

ایک دوسری جگہ ایک شعر کا ذکر کرتے ہوئے کسی بزرگ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جب اس نے ایک شعر پڑھا تو حضرت ابراہیم نے اسے حکم دیا کہ یہ اشعار دوبارہ پڑھیں تو اس نے جب اشعار کو دوبارہ پڑھا تو آپ (ابراہیم) نے وجد کے طور پر اپنے پاؤں زمین پر مارے (یعنی ان پر وجد طاری ہو گیا اور وہ لگے رقص کرنے اور زمین پر اپنے پاؤں پٹخنے) جب اس بزرگ نے دیکھا تو ان کے قدم پتھر کے اندر اس طرح داخل ہو گئے جس طرح کہ موم کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت آپ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا: "تو نے نہیں دیکھا کہ میں تو جنت کے باغ میں تھا۔" (کشف المحجوب ترجمہ محمد الطاف نیروی / ص ۸۱۳)

حکم سے" کہا کرتے تھے۔ یہ شیخ کیسے اللہ کے حکم کے بغیر یہ کام کر سکتا ہے؟" تو وہ کہنے لگا: "ہمارا شیخ بھی اللہ کے حکم سے ہی ایسا کرتا ہے"۔ میں نے کہا: "پھر تم لوگ ﴿ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ کیوں نہیں کہتے؟" (مجھے معلوم پڑ گیا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے)[1]

---

[1] عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرتے تھے۔ یہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایک معجزہ عطا کر رکھا تھا۔ اسی بنا پر ان کو مخلوق نے خدا بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی۔ ہمارے ہاں اولیاء کا معیار یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ وہ کم از کم مُردوں کو زندہ کر کے تو دکھائیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے پوچھا گیا کہ "ہمیں کیسے معلوم ہو کہ اب سلوک کا مرتبہ تمام ہو گیا (یعنی فلاں شخص واقعی ولی کامل بن گیا ہے) اور یہ شیخ کمال کو پہنچ گیا"۔ فرمایا: "اگر وہ کسی مُردہ پر دم کر دے تو وہ مُردہ خدا کے حکم سے زندہ ہو جائے' تو اس وقت سمجھ لو کہ وہ کمالیت پر پہنچ گیا" اس کے بعد واقعہ لکھا ہے کہ وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایک مائی روتی پیٹتی آ گئی کہ حاکم وقت نے اس کے بیٹے کو ناحق پھانسی دے دی ہے۔ لہٰذا آپ اس کی لاش پر گئے اور کہا: "الٰہی اگر اسے بے گناہ بادشاہ نے دار پر کھینچا ہے تو اسے زندہ کر دے"۔ آپ (ابھی یہ) کہہ ہی رہے تھے کہ وہ لڑکا زندہ ہو گیا"۔ (اسرار الاولیاء ملفوظات خواجہ فرید گنج شکر / ص ۱۱۰' ۱۱۱)

اسی طرح خان صاحب نے بھی ایک پیر بنام احمد جام زندہ پیر کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے ایک مردہ ہاتھی کو زندہ کیا تھا' اسی لئے ان کا نام زندہ پیر پڑ گیا تھا (ملفوظات چہارم: ص ۱۲)

اسی طرح قناعت علی رضوی نے اپنی کتاب میں ثابت کیا ہے کہ ایک دفعہ غوث پاک نے ایک چیل کو چلانے (بولنے) کے جرم میں غضب ناک انداز میں دیکھا تو وہ مر گئی اور اس کا سر علیحدہ اور دھڑ علیحدہ ہو گیا۔ پھر جب غوث پاک کا وعظ ختم ہوا تو انہوں نے ایک ہاتھ میں سر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ میں جسم اور دونوں کو بسم اللہ کہہ کر ملا دیا (چیل فوراً زندہ ہو گئی اور) فوراً اڑتی ہوئی چلی گئی۔" (ملخصاً باغ فردوس / ص ۲۷)

صوفی کہتے ہیں: "ایک دفعہ یوں ہوا کہ آپ غوث پاک نے مرغی کا سالن کھا کر ہڈیاں ایک طرف رکھ دیں۔ پھر ان ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: قُومِي بِاِذْنِ اللّٰهِ ...... تو وہ مرغی زندہ ہو گئی۔ (سیرت غوث / ص ۱۹)

اسی طرح پیر سید جمال الدین شیر شاہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے جلال میں آکر نعرہ اللہ اکبر مار کر ایک مردہ کے منہ سے پردہ اٹھایا اور فرمایا: ﴿ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ مردہ فی الفواجی اٹھا اور چالیس برس تک زندہ رہا۔ (ملخصاً حدیقۃ الاولیا / ص ۱۵۱)

پیر خواجہ محمد فضیل قادری نوشاہی کے (م ۱۱۱۱ھ) کے متعلق صوفیوں کا عقیدہ ہے کہ: "جس فاسق و فاجر پر حالت جذب و سکر میں ان کی نظر پڑ جاتی عارف کامل ہو جاتا۔ کسی مُردہ پر نظر پڑتی تو زندہ ہو جاتا نگاہ غضب سے کسی کی طرف دیکھتے تو اس کی جان تن سے نکل جاتی۔ غرض آپ کے احوال و مقامات عجیب و غریب تھے۔"

(خزینۃ الاصفیاء / ص ۲۷۷)

جان لیں! بلاشبہ شفا دینے والا صرف ایک اللہ ہے۔ جیسا خلیل اللہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا تھا: "اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی اللہ مجھے شفا دیتا ہے۔"

﴿ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ ﴾ (الشعراء ۲۶/ ۸۰)

اب تک تو آپ نے صرف یہی ملاحظہ فرمایا کہ مُردہ کو زندہ تو فلاں پیر یا فلاں بزرگ نے ہی کیا البتہ اس نے ساتھ ﴿ قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ بھی تو کہا تھا۔ اب ہم آپ کو ایک مشہور بزرگ کا تعارف کرواتے ہیں کہ صوفیاء کے نزدیک بعض پیروں بزرگوں کو یہ جملہ کہنے کی تکلیف بھی نہیں اٹھانی پڑتی' وہ اپنی ہی من مانی چلاتے ہیں۔ چنانچہ پیر شمس تبریز کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"جس زمانہ میں پیر شمس تبریز ملتان میں تھے اسی زمانہ بادشاہ کا اکلوتا فرزند مرگیا۔ بے حد مغموم ہوا۔ اس نے فقراء' حکماء' صوفیاء سے کہا: "تمہارا دعویٰ ہے کہ تم اللہ کے مقرب ہو' اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو میرے بیٹے کو زندہ کر دو' ورنہ میں سب کو کولہو میں پلوا دوں گا"۔ یہ ماجرا سن کر سب گھبرا گئے۔ اور اپنی زندگی کی سلامتی کے لئے ان سب کی نظر انتخاب پیر شمس پر پڑی۔ پیر شمس نے مطالبہ منظور کر لیا اور مردہ فرزند کے پاس جا کر فرمایا: ﴿ قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ مگر شہزادہ نہ اُٹھا۔ (ایک روایت کے مطابق آپ نے تین مرتبہ کہا ﴿ قُمْ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ مگر اس کے باوجود مردہ زندہ نہ ہوا) تو پھر آپ نے (جلال میں آکر) کہا قُمْ بِإِذْنِي "اب میرے حکم سے اٹھ کھڑا ہو" تو شاہزادہ فوراً کھڑا ہوا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا مگر ان فقراء نے پیر شمس کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے اس پر یہ تہمت رکھی کہ "اس نے اپنے حکم سے فرزند کو زندہ کیا۔ لہٰذا اس پر شرعی حکم نافذ ہونا چاہئے اور ان کی جیتے جی جسم کی کھال اتار لینی چاہئے"۔ پیر شمس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے جسم پر ایک کالی کملی ڈالی اور اپنے سر کے بالوں کو ہاتھ میں پکڑ کر تمام جسم کی کھال کھینچ کر علماء کے سامنے پھینک دی۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کانپنا شروع کر دیا......" (نور مبین: ص ۴۸۸' ۴۸۹ ملخصا مطبوعہ اسماعیلیہ ایسوسی ایشن برائے ہند بمبئی)

ہمارے ہاں بہت سارے لوگ ایک ختم (ختم گیارھویں) کے دلانے سے ہی سمجھتے ہیں کہ مصیبتیں ٹل جائیں گی' مشکلات آسان ہو جائیں گی۔ پھانسیاں لگنے کے عدالت کے فیصلے بدل جائیں گے پھانسی کے پھندے عین سزا کے وقت ٹوٹ جائیں گے۔ اور اس گیارہویں کی برکت سے مُردے زندہ ہو جائیں گے بلکہ بارہ سال کے مردہ جہاز والے یعنی بارہ سال قبل دریا میں غرق ہو جانے والی بارات کے تمام افراد نہ صرف زندہ ہو گئے بلکہ سمندر سے نکل کر خشکی پر آکر ہر طرح کی عیش لوٹتے رہے اور اب بھی ختم دلانے کے نتیجے میں ایسے ہی خرق عادت واقعات کے ظہور پذیر ہونے کا عقیدہ رکھا جاتا ہے۔ استغفر اللہ اور یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ پیر بزرگ بھی اللہ کے علاوہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہیں۔

طریقہ نقشبندیہ پر ایک نظر

① یہ طریقہ (صوفی فرقہ) اپنے خاص خفیہ وردوں وظیفوں کی وجہ سے دوسرے فرقوں سے امتیاز رکھتا ہے۔ اس میں دوسرے مشہور طریقوں (فرقوں) سے ہٹ کر رقص بھی نہیں ہوتا اور نہ ہی تالیاں بجائی جاتی ہیں۔ (جیسے قوالیوں میں دوسرے لوگ بجاتے ہیں)[1]

② اجتماعی ذکر' ہر ایک کو کنکریاں پڑھنے کے لئے دینا' ختم کے ٹھیکے دار کا اپنے مریدین کو خاص ورد کے لئے کہنا' پھر ان کنکریوں کو پانی والے پیالے میں انڈیل دینا کہ اسے وہ پئیں اور اس سے شفایاب ہوں۔ یہ ساری کی ساری وہ بدعات ہیں کہ جن کا رد اور انکار صحابی جلیل سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس وقت کیا جب وہ مسجد میں داخل ہوئے اور انہوں نے ایک جماعت کو اس طرح سے حلقے بنائے ہوئے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں کنکریاں تھیں۔ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ: "اس طریقے سے یہ تسبیحات ان کنکریوں پر پڑھو۔" تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا تھا: "میں تمہیں یہ کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟" وہ کہنے لگے: "اے ابو عبدالرحمٰن! ہم ان کنکریوں کے برابر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' اَللّٰهُ اَکْبَر اور سُبْحَانَ اللّٰه پڑھ رہے ہیں۔" ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: "اے امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کس قدر جلد تم ہلاکتوں کی طرف چل نکلے! بربادی ہو تمہاری! تمہارے نبی کے صحابہ کرام ابھی تک وافر تعداد میں تمہارے اندر موجود ہیں اور ابھی تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفن

---

[1] ممکن ہے ملک شام میں نقشبندی ایسا نہ کرتے ہوں اور شیخ محترم کو باقی ملکوں میں اس فرقے کے کچھنوں کی خبر نہ ہو۔ ورنہ ہمارے ہاں تو یہ لوگ وہ سب کچھ کرتے ہیں' جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

بھی میلا نہیں ہوا' آپ کے برتن بھی ابھی تک موجود ہیں' نہیں ٹوٹے۔ ذرا اپنے گناہوں کو تو شمار کرو۔ میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اس سے تمہاری نیکیاں ضائع نہ ہوں گی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ بات کبھی درست نہیں کہ تمہارا طریقہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے کبھی زیادہ ہدایت والا ہو۔ ظالمو! (اس طرح کے اعمال کر کے) کیا تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو؟"

(حسن' رواہ الدارمی والطبرانی)

یہ بات منطقی طور پر بالکل درست ہے کہ یہ لوگ یا تو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں اس لئے کہ انہیں ایک ایسے عمل کی توفیق دے دی گئی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے علم تک نہیں پہنچا۔ اور یا پھر یہ لوگ صریحاً گمراہی کے اندر ہیں۔ ان دونوں میں سے پہلی بات کلیتاً غلط ہے' اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے بڑھ کر کوئی افضل نہیں۔ اب دوسری بات ہی رہ جاتی ہے اور یہی درست ہے کہ یہ لوگ گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں۔

④ رابطہ شریف: اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ذکر میں وہ اپنے شیخ کی تصویر اس اعتقاد کے ساتھ اپنے دل و دماغ میں بٹھائے رکھیں کہ ان کا مرشد ان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ وہ ان کی پوری پوری نگرانی کر رہا ہے۔[1] اس لئے آپ انہیں ذکر کے دوران دیکھیں گے کہ وہ نڈھال ہو رہے ہوتے ہیں' بڑی مکروہ سی اور مبہم قسم کی آوازیں نکال نکال کر وہ چیخ رہے ہوتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک یہ "احسان" کا وہ مرتبہ و مقام ہوتا ہے کہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] تصوف کی اصطلاح میں اس کو تصور شیخ کہتے ہیں۔ اس کے مطابق ہر مرید کا پختہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس کا شیخ ہر وقت ہر حال میں ہر جگہ ہر آن حاضر ناظر ہے' اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی نگرانی و حفاظت کر رہا ہے' اس لئے وہ اپنے ہر ہر فعل میں اپنے پیر کی رضامندی کو مد نظر رکھتے ہیں اور کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس سے ان کے پیر کے ناراض ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ پیر سے عقیدت اور اس کی غیر مشروط اطاعت اس کی نصرت و معیت کی ضامن سمجھی جاتی ہے۔ صوفیوں کے عقیدہ کے مطابق مرید جہاں اور جس حال میں ہو پیر باطنی طور پر اس ⬅

((اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَاللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ)) (رواہ مسلم)

"نیکی کا مرتبہ و مقام یہ ہے کہ تو اپنے اللہ کی عبادت اس طرح سے کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تو ایسا نہ ہو سکا کہ اسے تو دیکھ سکے تو یہ ضرور جان کر وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔

ـــــ کی نگرانی کر رہا ہوتا ہے' زمان و مکان کے فاصلے اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ تصور شیخ کے باطل عقیدے کی وجہ سے بات زمان و مکان سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔ شیخ سہل بن عبداللہ مشہور صوفی کہا کرتے تھے: "میں روز الست (پیدا ہونے سے بھی پہلے سے) اپنے شاگردوں کو جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اس وقت کون میری دائیں جانب تھا اور کون بائیں جانب۔ اس وقت سے جب وہ پشت میں تھے آج تک میں ان کا مربی رہا ہوں اور وہ کبھی مجھ سے دور نہیں رہے"۔ (الطبقات الکبریٰ اول ص ۱۰۸)

تصور شیخ کے عقیدے نے اس حد تک وسعت اختیار کی کہ مرید یہ سمجھتے ہیں کہ جب رات کو میاں بیوی حالت خاص میں ہوتے ہیں تو شیخ اس وقت بھی موجود ہوتا ہے اور نگرانی کر رہا ہوتا ہے۔ اس بات کو خان صاحب ایک واقعہ سے ثابت کر رہے ہیں کہتے ہیں:

"(پیر) سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں۔ سید عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: "رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے (ہوئے) دوسری سے ہمبستری کی' یہ نہیں چاہئے (تھا)۔ عرض کیا: "حضور! وہ اس وقت سوتی تھی۔" فرمایا: "سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ (یعنی جھوٹی موٹی سوئی ہوئی بنی تھی) عرض کیا: "حضور کو کس طرح علم ہوا؟" فرمایا: "جہاں وہ سو رہی تھی (وہاں) کوئی اور پلنگ بھی تھا" عرض کیا: "ہاں! ایک پلنگ خالی تھا"۔ فرمایا: "اس پر میں (لیٹا) ہوا تھا' تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں' ہر آن ساتھ ہے"۔ (ملفوظات احمد رضا حصہ دوم صفحہ ۴۶)

اس گندے عقیدے کی طرف شیخ صاحب یہاں اشارہ فرما رہے ہیں کہ جس کے مطابق مریدوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ جو بھی جس وقت بھی کر رہے ہیں ان کا پیر اس کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اس کی خیالی تصویر اپنے ذہن میں ہر وقت جمائے رہتے ہیں اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان کے دماغ کی خشکی کی وجہ سے ان کو اپنے پیر کی تصویر نظر آنے لگتی ہے جو شیطان کا مزین کردہ ایک فریب ہوتا ہے اور ان کا وہم جو عقیدہ توحید کی بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔ ہر وقت ہر جگہ نگرانی مدد' حفاظت کرنا اور حاضر ناظر ہونا تو صرف اللہ رب العزت کی ذات بابرکات کو زیبا ہے لیکن یہ صوفی اللہ تعالیٰ کی صفات پیروں میں ثابت کر کے تصور شیخ کے نام پر پیر کامل بننے کا نسخہ تجویز کئے بیٹھے ہیں۔

اس حدیث میں تو ہمارے رسول مکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس بات کی طرف راہنمائی فرمائی ہے کہ ہم اللہ ذوالجلال کی عبادت یہ سمجھ کر کریں کہ گویا ہم اس کو دیکھ رہے ہیں اور اگر ہم اسے نہ دیکھ سکیں تو وہ ہمیں ضرور دیکھ رہا ہے۔ نیکی کا یہ وہ مرتبہ و مقام ہے جو صرف اللہ ذوالجلال کے لئے ہے۔ جب کہ انہوں نے اسے اپنے شیخ کو عطا کر دیا ہے۔ یہی وہ شرک ہے جس سے اللہ رب العالمین نے منع فرمایا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ ﴾ (النساء٤/ ٣٦)

"(اور اے ایمان والو!) اللہ کی ہی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا (کسی کو ساجھی نہ بناؤ) بھی شرک نہ کرو۔"

"ذکر" تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے یہ جائز نہیں کہ اس میں ہم اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی حصے دار بنالیں۔ خواہ وہ فرشتوں، رسولوں اور علماء میں سے مرتبے اور مقام کے لحاظ سے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، ہم اسے اللہ کی عبادت میں شریک نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ اس طرح کے کم مرتبہ مولوی۔ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ طریقہ شاذلیہ میں بھی ذکر کے دوران شیخ کا تصور پایا جاتا ہے۔ نیز دوسرے بہت سارے تصوف کے طریقوں میں بھی یہ تصور موجود ہے۔ ان کا بیان آگے آئے گا (إن شاء اللہ)

④ یہ شدید قسم کی چیخ وپکار جو انہیں شیخ کے ذکر پر ننگا کر کے رکھ دیتی ہے یا غیر اللہ کی مدد طلب کرنا جیسا کہ اہل بیت میں سے اور اللہ کے بندوں میں سے ... تو یہ منکرات میں سے ہے۔ بلکہ یہ تو اس شرک میں سے ہے کہ جس سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ ذوالجلال کا ذکر کرتے وقت چیخ و پکار کرنا تو اللہ کی رضا و مرضی کے خلاف فعل ہے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی نفی کر رہا ہے:

﴿ إِنَّمَا ٱلۡمُؤۡمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتۡ قُلُوبُهُمۡ ﴾ (الأنفال٨/ ٢)

"مومن تو درحقیقت وہ لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے) دہل جائیں"۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ کے اس فرمان کی بھی مخالفت ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

یَاأَیُّهَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا' اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَهُوَ مَعَکُمْ. (متفق علیه)

"لوگو! اپنے آپ پر یہ مہربانی کرتے ہوئے توقف کرو۔ تم نہ ہی تو کسی بہرے کو پکارتے ہو اور نہ غائب کو۔ بلکہ تم تو سننے والے اور قریب والے کو پکارتے ہو اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے"۔

چیخ و پکار کرنا' اور اولیاء اللہ کے ذکر کے وقت خشوع اختیار کرنا اور رونا دھونا تو اللہ کی رضا کے بالکل ہی خلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ مشرکوں کا وہ استبشار (دل کو اچھا لگنا) ہے جس کا ذکر اللہ ذوالجلال نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿ وَإِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَحْدَهُ ٱشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذُكِرَ ٱلَّذِينَ مِن دُونِهِۦٓ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٥﴾ ﴾

(الزمر ۳۹/ ٤٥)

"(اور اے رسول) اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منقبض ہو جاتے ہیں اور جب اللہ کے سوا اوروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں"۔

۵ طریقہ نقشبندیہ کے شیخ کے بارے میں غلو سے کام لینا: اس کے مریدوں کا اعتقاد کہ وہ بیماروں کو شفا دیتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی بات قرآن حکیم میں یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ ﴾ (الشعراء ۲٦/ ۸۰)

"اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے"۔

اسی طرح اس مومن لڑکے کا قصہ کہ جو بیماروں کے لئے دعا کیا کرتا تھا اور اللہ انہیں شفا دے دیتا تھا۔ ایک دفعہ جب بادشاہ کے مصاحب نے اس سے کہا: "اگر آپ مجھے شفا دے دیں تو یہ مال آپ کا ہوا۔ تو اس مومن لڑکے نے اسے یوں جواب دیا:

((اَنَا لَا اَشْفِیْ اَحَدًا اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰهُ اِنْ اَنْتَ آمَنْتَ بِاللّٰهِ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكَ)) (رواه

مسلم فی صحیحہ)

"شفا صرف اللہ تعالیٰ دیتا ہے میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ سے دعا کروں گا وہ تجھے شفا دے دے گا"۔

⑥ ان کے نزدیک ایک ذکر اکیلے لفظ "اللہ" کا ہے۔ وہ اسے ہزاروں بار دہراتے ہیں یعنی اس کا ورد کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ ... اللہ ... اللہ ... جب کہ یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔ نہ ہی اس کا ثبوت صحابہ کرام اور تابعین عظام سے ملتا ہے اور نہ ہی آئمہ مجتہدین سے بلکہ یہ تصوف کی بدعت ہے اور کلام بھی ناقص ہے' اس لئے کہ لفظ "اللہ" مبتدا ہے اور اس کے بعد اس کی خبر کوئی نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی "عمر" کے نام کو کئی مرتبہ بلائے تو ہم کہیں گے: "تو عمر سے کیا چاہتا ہے؟" تو بجائے اس کے کہ وہ اپنا کوئی مطلب بیان کرے بار بار "عمر" عمر ہی کہتا چلا جائے۔ ہم کہیں گے کہ یہ "پاگل" ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ بیچارہ کیا کہہ رہا ہے؟

اللہ ذوالجلال کے اس فرمان کو صوفیوں کے اس مفرد ذکر پر دلیل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جیسے کہ ایک آدمی یہی کہتا چلا جائے: ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ "کہو اللہ نے" ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ "کہو اللہ نے" ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ ...... الخ تو اس سے کیا پتہ چلے گا؟ جب تک کہ وہ اس سے پہلے والا کلام نہ پڑھے' جب یہ کہے گا:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦٓ إِذْ قَالُوا۟ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَىْءٍ ۗ قُلْ مَنْ أَنزَلَ الْكِتَـٰبَ الَّذِى جَآءَ بِهِۦ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ ۖ تَجْعَلُونَهُۥ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعُلِّمْتُم مَّا لَمْ تَعْلَمُوٓا۟ أَنتُمْ وَلَآ ءَابَآؤُكُمْ ۖ قُلِ اللَّهُ﴾

(الأنعام٦/ ٩١)

"اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر اس طرح سے نہ جانی جیسا کہ قدر جاننے کا حق تھا۔ جب کہ انہوں نے یہ کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر (کبھی بھی) کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ (اے رسول آپ ان سے) پوچھئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جس کو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔ جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی جس کے تم

نے علیحدہ علیحدہ ورق کر رکھے ہیں۔ ان میں چند کو تو تم ظاہر کرتے ہو اور بہت سوں کو چھپا رکھا ہے (اسی کے ذریعہ) تم کو وہ باتیں سکھائی گئی ہیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے آباؤ اجداد۔ (اے رسول) کہہ دیجئے (کہ اس کتاب کو) اللہ ہی نے (ایک انسان پر نازل کیا تھا تو کیا وہ اب ایسا نہیں کر سکتا ضرور کر سکتا ہے)۔"

تب جا کر بات سمجھ آئے گی۔

پھر میں طریقہ شاذلیہ کی طرف کیسے پلٹا؟

اسی دوران شاذلی فرقہ کے ایک مولوی صاحب سے میری جان پہچان ہو گئی۔ موصوف بڑے خوبصورت' خدمت (کا جذبہ رکھنے والے) لطف و کرم اور اچھے اخلاق والے تھے۔ وہ میرے گھر آئے اور میں ان کی زیارت کو ان کے گھر گیا۔ ان کی نرم گفتگو نے مجھے حیران کر دیا۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ مجھے اپنے طریقہ شاذلیہ کا کوئی ورد عطا کریں۔ تو انہوں نے مجھے بہت ہی خاص قسم کے ورد بتائے۔[1] ذکر کی محفل جمانے کے لئے انہوں نے ایک کونا سا بنا رکھا تھا جس میں نماز جمعہ کے بعد یہ محفل جمتی۔

ایک دفعہ میں ان کے گھر آیا۔ وہاں میں نے شاذلی فرقہ کے بہت سارے بزرگوں کی تصویریں دیکھ لیں کہ جو ایک دیوار کے ساتھ آویزاں تھیں۔ تو میں نے انہیں تصویریں لگانے سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کا حکم یاد دلایا' انہوں نے کوئی جواب نہ دیا باوجودیکہ اس ضمن میں حدیث مبارکہ بالکل واضح تھی اور ان مولوی صاحب پر مخفی بھی نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ)) (صحیح بخاری و مسلم)

"بالتحقیق وہ گھر کہ جس میں تصویریں ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے"۔

---

[1] فرقہ شاذلیہ کا اگر مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ ان میں بہت سے ایسے من گھڑت اور خود ساختہ اذکار و اوراد رائج ہیں کہ جن کو وہ بہت اہتمام سے اٹھتے بیٹھتے اپنی زبانوں پر جاری رکھتے ہیں اور ان کا قرآن و حدیث میں سے تو کوئی ثبوت نہیں ملتا اس لیے شاذلی فرقہ والے ان بدعی اذکار کے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں یہ اذکار ان کو خاص طور پر خواب میں آکر خود رسول اللہ نے سکھائے ہیں اور ان کے بہت بڑے بڑے فضائل بتائے ہیں اور ان کو اپنانے کی سختی سے ہدایت کی ہے۔

دوسری حدیث یوں ہے:

((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصُّوَرِ فِي الْبَيْتِ وَنَهَى الرَّجُلَ اَنْ يَّصْنَعَ ذٰلِكَ)) (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

"رسول اللہ ﷺ نے گھر میں تصویریں رکھنے سے منع فرمایا ہے اور آدمی کو تصویریں بنانے سے منع فرمایا ہے۔"

اس کے بعد ہمارا رابطہ منقطع رہا۔ پھر تقریباً ایک سال کے بعد میں نے چاہا کہ میں اس مولوی صاحب کی زیارت ہی کر لوں۔ چنانچہ اتفاقاً وہ مجھے راستے میں ہی مل گئے کہ جب میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف جا رہا تھا۔ انہوں نے میرے بیٹے اور میرے ایک ساتھی سمیت مجھے عشاء کے کھانے کی دعوت دے ڈالی۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو مجھ سے کہنے لگے: "کیا تم ان جوانوں سے (جو ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے) کوئی دینی اشعار سننا پسند کرو گے؟" میں نے کہا: "ہاں! کیوں نہیں"۔ تو انہوں نے اپنے اردگرد بیٹھے اپنے مرید نوجوانوں کو ایک دینی گیت سنانے کا حکم دیا۔ ان نوجوانوں کے چہروں پر مزین خوبصورت ڈاڑھیاں بہت بھلی معلوم ہو رہی تھیں۔ انہوں نے ایک پُرسوز آواز اور لے میں دینی ترانہ پڑھنا شروع کر دیا کہ جس کا خلاصہ یہ تھا: "جو شخص اللہ کی عبادت اسکی جنت کی طمع و لالچ کرتے ہوئے یا اس کی جہنم کے خوف سے کرتا ہے وہ بالتحقیق بتوں کی عبادت کرتا ہے۔"[1]

میں نے ان سے کہا: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اللہ ذوالجلال نے تو قرآن حکیم کی ایک آیت میں انبیاء کرام کی تعریف کرتے ہوئے یوں فرمایا ہے:

---

[1] یہاں صوفیاء کے ایک گمراہ کن عقیدہ کی نشاندہی کی جا رہی ہے کہ جس کے مطابق وہ جنت کے حصول کی خواہش اور جہنم سے پناہ مانگنے اور خوف کھانے کو گناہ سمجھتے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو کوئی جنت کی طلب دل میں رکھ کر یا جہنم سے ڈر کر عبادت کرتا ہے اس نے بہت بڑا جرم اور گناہ کیا ہے۔ لہٰذا مشہور صوفی حضرت شبلی نے بہشت اور دوزخ پر اپنی برہمی اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ بہشت اور دوزخ کو ایک لقمہ بنا کر کھا جاؤں تا کہ (لوگ) بے سبب اس کی عبادت کریں۔ (فوائد فریدیہ ص ۷۶/۷۷)

مزید بہشت پر غضبناکی ملاحظہ کریں کہتے ہیں: صوفی نظم الدین رزای نے فرمایا ہے کہ: "عارف نہ ⟵

بہشت میں ہوتے ہیں اور نہ دوزخ میں"۔ بیان کیا گیا ہے کہ بی بی رابعہ بصری ایک دن اپنے پاس آگ اور پانی رکھتی تھی اور فرماتی تھی: "اس پانی کے ساتھ دوزخ کو بجھاؤں گی اور اس آگ سے بہشت کو جلا ڈالوں گی تاکہ ہر شخص بغیر کسی لالچ کے اس کی عبادت کرے۔" (فوائد فریدیہ ص / ۸۲، ۸۳)

جنت سے بے نیازی اور بے اعتنائی کی ایک نظیر مزید ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

"آپ (علو ممشاد دینوری م ۲۹۸ھ) کے وصال کے وقت ایک بزرگ ان کے پاس بیٹھے تھے، وہ جنت کے ملنے کی دعا کرنے لگے۔ حضرت ممشاد نے ہنس کر فرمایا: "تیس (۳۰) سال تک جنت اپنی ساری دل کشیوں سمیت میرے سامنے آتی رہی مگر میں نے ایک مرتبہ بھی اس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا۔ میں تو جنت کے مالک کا مشتاق ہوں۔" (تاریخ مشائخ چشت مولانا ذکریا ص / ۱۵۱)

جنت سے ان صوفیوں کو اتنی وحشت ہے کہ وہ ثابت کرتے ہیں کہ اگر ہمیں زبردستی بھی جنت میں بھیجا گیا تو ہم ہرگز نہ جائیں گے۔ معروف کرخی جنت سے بیزاری کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "اسی اثنا میں اولیائے حق اور ان کے کمال محبت کا ذکر چلا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: "کل قیامت کے دن حشر کے میدان میں معروف کرخی کو لایا جائے گا۔ اور وہ یوں نظر آئیں گے جیسے کوئی حد سے زیادہ مست ہو۔ خلقت انہیں دیکھ کر حیران ہو جائے گی اور پوچھے گی "یہ کون ہیں؟" پھر وہ یہ آواز سنے گی کہ یہ ہماری محبت میں مست ہے، اسے معروف کرخی کہتے ہیں۔" اس وقت معروف کرخی کو حکم ہو گا کہ: "بہشت میں چلو!" وہ کہیں گے: "میں نہیں جاتا" میں نے تیری بہشت کے لئے عبادت نہیں کی۔" بعدازاں فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ انہیں نور کی زنجیروں میں جکڑ کر کھینچتے کھینچتے بہشت میں لے جاؤ۔" (فوائد الفواد ملفوظات حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء مرتبہ حسن دہلوی ترجمہ پروفیسر محمد سرور ص / ۳۵۳)

ایک اور صوفی ابوبکر کلاباذی جنت کے خیال سے عبادت کرنے کو جرم سے تعبیر کرتے ہیں لہٰذا وہ اپنی کتاب میں ایک واقعہ اس کے ثبوت میں یوں درج کرتے ہیں:

"کچھ لوگ رابعہ بصری کی خدمت میں بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے، پوچھا: "کیا حال ہے؟" رابعہ بصری نے جواب دیا: "واللہ! مجھے اپنی بیماری کا کوئی سبب نظر نہیں آتا سوا اس کے کہ مجھ پر جنت پیش کی گئی اور میرا دل اس طرف مائل ہو گیا (بس یہی میرا جرم تھا کہ) اس پر میرے آقا نے مجھ پر عتاب (عذاب) کیا ہے"۔ (التعرف لمذہب اہل التصوف ص / ۱۵۵)

اسی صوفی بی بی رابعہ بصری نے ایک بار فرمایا: "اگر میں تیری عبادت بہشت کی چاہت میں کروں تو مجھے اس (جنت) سے محروم رکھنا اور اگر تیرے دوزخ کے ڈر سے کروں تو مجھے اس میں جلانا۔ اور اگر تیری عبادت

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ﴿٩٠﴾ ﴾ (الأنبياء ٢١/ ٩٠)

"یہ سب لوگ لپک لپک کر نیکیاں کرتے (یعنی نیکیاں کرنے میں جلدی کیا کرتے تھے) اور ہمیں امید اور خوف کے ساتھ پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے"۔

تو مجھے وہ مولوی صاحب کہنے لگے: "یہ قصیدہ کہ جسے نوجوان پڑھ رہے تھے میرے مرشد سیدی عبدالغنی نابلسی کا ہے۔" میں نے اس مولوی سے کہا: "کیا تمہارے اس شیخ کا کلام، اللہ کے کلام پاک سے مقدم ہے؟ جبکہ وہ قرآن سے معارض بھی ہے۔" ان گویوں میں سے کہ جو یہ شرکیہ ترانہ پڑھ رہے تھے ایک نوجوان کہنے لگا: "سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "جو شخص اللہ کی عبادت اس کی جنت کا لالچ رکھتے ہوئے کرے گا تو اس کی عبادت تاجروں والی تجارتی عبادت شمار ہوگی۔" میں نے اس سے کہا: "سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان آپ نے کون سی کتاب میں دیکھا ہے؟ اور کیا یہ بات درست ہے؟" تو وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا: "کیا کسی مومن آدمی کی عقل اس بات کو تسلیم کرے گی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ قرآن کی مخالفت کریں جب کہ آپؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب اور جنت کے بشارت شدہ صحابہؓ میں سے ہیں"۔ پھر میرا ساتھی اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہنے لگا: "بھائی جان! اللہ ذوالجلال نے اپنے مومن بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے ان کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾ ﴾ (السجدة ٣٢/ ١٦)

◄ صرف تیری محبت میں کروں تو مجھے اپنے جمال بے مثال سے محروم نہ رکھنا"۔ (مقربان حق ص / ۵۱)
اسی طرح کے اور بہت سے شواہد ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیاء جنت سے نہایت نفرت و بغض اور بیزاری روا رکھتے ہیں لیکن دوزخ کی تعریفیں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور اسے مقام لذت قرار دیتے ہیں تفصیلات کے لئے مشہور صوفی عبدالکریم جیلی کی کتاب انسان کامل کا صفحہ نمبر ۳۰۶ اور ۳۰۸ کا مطالعہ کریں۔

"ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو خوف اور اُمید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ مال ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے وہ (ہمارے راستہ میں) خرچ کرتے ہیں۔"

مگر یہ سارے دلائل آنے کے باوجود وہ مولوی صاحب مانے نہیں۔ میں نے ان کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ بند کر دیا اور نماز کے لئے مسجد کی طرف چل دیا۔ ان میں سے ایک نوجوان مجھے ملا اور کہنے لگا: "ہم آپ کے ساتھ ہیں اور حق بھی آپ کے ساتھ ہے مگر ہم بات نہیں کر سکتے اور اس بات کی جرأت نہیں پاتے کہ مولوی صاحب کی بات کو ٹھکرا دیں"۔ میں نے کہا: "تم حق بات کیوں نہیں کرتے؟" وہ کہنے لگا: "اگر ہم بات کریں تو ہمیں (اپنی طرف سے فراہم کردہ) رہائش گاہ سے باہر نکال دیں گے۔" اور یہ ہر صوفی کا پہلا کام ہوتا ہے۔ تصوف کے مولویوں' صوفیوں نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کر رکھی ہوتی ہے کہ وہ شیخ طریقت پر کوئی اعتراض نہ کریں چاہے وہ جیسی ہی غلطی کیوں نہ کرے۔ انہوں نے اپنی ایک مشہور عبارت میں کہہ رکھا ہے: "جس مرید نے اپنے مرشد سے یہ کہلایا "کیوں" وہ کبھی کامیاب نہیں ہو گا۔

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے بالکل ناواقف ہیں' فرمایا:

((كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُونَ))

(حسن' اخرجه احمد والترمذی)

"آدم کی تمام اولاد خطاکار ہے اور بہترین خطاکار توبہ کرنے والے ہیں۔"

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی:

كُلُّ وَاحِدٍ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهٖ وَيُرَدُّ اِلَى الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

"ہر شخص کی بات کا مواخذہ ہو گا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹایا جائے گا (اگر نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوئی یا مخالفت میں نہ ہوئی تو ٹھیک ورنہ پکڑ ہو گی)۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی محفل

ایک مسجد میں ایسی ہی کسی محفل میں شرکت کے لئے میں بعض مولویوں کے ساتھ گیا۔ ہم حلقہ ذکر میں داخل ہوئے۔ وہاں پر اس حلقہ میں شریک لوگ ناچ رہے تھے۔ ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے کبھی دائیں بائیں جھکنے لگتے' کبھی اوپر کو اچھلتے اور کبھی نیچے جھک جاتے' پھر اونچی آواز سے نعرے لگانے لگتے۔ اللہُ' اللہُ محفل میں بیٹھا ہر آدمی اپنی جگہ سے اٹھ کر درمیان میں آجاتا اور حاضرین مجلس کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتا کہ وہ بھی اس اچھل کود میں شامل ہو جائیں۔ چلتے چلتے میری باری آگئی کہ میں بھی باہر نکلوں اور یہ ساری حرکتیں کروں۔ صدر محفل نے میری طرف اٹھنے کا اشارہ کیا۔ مگر میرے ساتھ آنے والے مولویوں میں سے ایک نے معذرت کرلی اور اس نے اس سے کہا: "آپ اسے رہنے دیں یہ کمزور آدمی ہے۔" وہ جانتا تھا کہ میں اس طرح کے کام پسند نہیں کرتا۔ جب ان کے صدر صاحب نے مجھے دیکھا کہ میں اٹھ نہیں رہا اور اپنی جگہ پر ساکن ہوں تو اس نے مجھے رہنے دیا اور محفل کے درمیان میں نکل کر الٹی سیدھی حرکتیں کرنے سے معاف کر دیا۔[1]

---

[1] اس حالت کو صوفیاء اپنی زبان میں وجد و تواجد کی اصطلاحات سے پکارتے ہیں کہ جس میں مجمع میں نکل کر خوب ناچتے کودتے ہیں' رقص کرتے ہیں اور شور و غوغا کرتے ہیں کپڑے پھاڑ کر ننگے بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ حالت وہ اپنے آپ پر خود بخود طاری کرتے ہیں لوگوں کو اپنا معتقد بنانے کیلئے اور اس حالت کو "حال" کا نام دیتے ہیں کہ فلاں شخص کو حال پڑ گیا ہے۔ جب کسی آدمی کو حال پڑ جاتا ہے تو کتنے ہی لوگ اس کو پکڑتے ہیں ٹھنڈا مشروب پلاتے ہیں یا ویسے ہی میدان میں پڑا رہنے دیتے ہیں یا پھر اس کو جوتا سنگھاتے ہیں کہ اس طرح اس سے حال اتر جائے گا اور وہ ہوش میں آجائے گا۔ مولانا عبدالقادر روپڑیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے شعبدہ بازوں کو مینار پاکستان پر چڑھا کر سماع کروایا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کو حال نہ آئے گا.... کیونکہ ان کو پتہ ہے کہ اگر انہوں نے یہاں بھی دھینگا مشتی کا مظاہرہ کیا تو مینار سے نیچے گر کر ہڈیاں چورہ چورہ ہو کر ہلاک ہو جانے اور جان جانے کا خطرہ ہے۔ لہٰذا ایسے مقامات پر ان پر کسی قسم کا سماع اثر نہیں کرتا اور نہ ہی وہ وجد میں آتے ہیں۔

میں خوبصورت آواز اور ترنم میں قصیدے و نشیدے سنتا رہا کہ جو غیراللہ کی مدد اور طلب سے خالی نہ تھے۔ اس بات کا بھی میں نے ملاحظہ کیا کہ محفل کے گرداگرد عورتیں اونچی جگہوں پر آکر بیٹھ گئی ہیں اور مردوں کو جھانکنے تاکنے لگی ہیں۔ ان میں سے بے پردہ نوجوان لڑکیاں بھی تھیں کہ جن کے بال بھی ننگے تھے اور پنڈلیاں بھی برہنہ' ہاتھ اور گردنیں بھی نظر آرہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر میرے دل نے بہت تکلیف محسوس کی۔ میں نے صدر مجلس سے محفل کے آخر میں گذارش کی کہ: ''مسجد میں نوجوان لڑکیاں یوں ننگے منہ بیٹھی تھیں اور کچھ باقی عورتیں بھی۔ اگر آپ ان سب کو پردے کے متعلق کہہ دیتے تو یہ کتنا اچھا کام تھا۔'' وہ مجھے کہنے لگا: ''ہم عورتوں کو نصیحت نہیں کرتے اور نہ ہی ہم انہیں اس ضمن میں کچھ کہتے ہیں۔'' میں نے اس سے کہا: ''کیوں؟'' تو وہ مجھ سے کہنے لگا: ''اگر ہم انہیں نصیحت کرنے لگیں وہ اس محفل ذکر میں آنا ہی چھوڑ دیں۔'' میں نے اپنے جی میں کہا: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ یہ کیسا ذکر ہے کہ جس میں عورتیں بے پردہ ہو جائیں اور انہیں کوئی نصیحت کرنے والا نہ ہو؟ کیا یہ لوگ اپنے پیغمبر کو اسی طرح کے کاموں سے خوش کرنا چاہتے ہیں کہ جن کا تو یہ فرمان ہے:

((مَنْ رَأٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ' فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ ' وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) (رواه مسلم)

''تم میں سے جو کوئی' کسی برے کام کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے روکے' اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے اسے منع کرے' اگر اس کی بھی وہ استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل سے برا جانے اور یہ بہت ہی کمزور ایمان کی حالت ہے۔''

قادری طریقت

اس طریقت کے ایک مولوی صاحب نے مجھے اور صرف و نحو و تفسیر میں میرے ایک استاذ صاحب کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا۔ ہم ان کے گھر گئے۔ کھانا کھانے کے بعد وہاں پر موجود دیگر حاضرین کھڑے ہو گئے اور اچھلنے کودنے لگے' کبھی دائیں بائیں ہلنے لگتے اور اونچی اونچی اللّٰہ ' اللّٰہ پکارنے لگتے۔ میں ان کے ساتھ صرف کھڑا رہا' حرکت کوئی نہ کی۔ پھر میں صوفے پر بیٹھ گیا اور وہ اسی طرح اچھل کود کرتے رہے یہاں تک کہ پہلا دور ختم ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے پسینے بہہ رہے تھے۔ تولیہ لایا گیا تاکہ وہ اپنا پسینہ پونچھ لیں۔ اس سارے شغل میں وقت آدھی رات کے قریب ہو گیا۔ میں نے انہیں اسی حالت میں چھوڑا اور اپنے گھر کی راہ لی۔

اگلے دن اس مجلس میں شریک ایک آدمی سے جو کہ سکول میں میرا ہم منصب استاد تھا میری ملاقات ہوئی' تو میں نے اس سے پوچھا: "رات کو تم لوگ اپنی اس اوٹ پٹانگ حالت میں کب تک رہے؟" کہنے لگا: "آدھی رات کے بعد دو بجے تک ہم نے یہ مجلس ذکر قائم رکھی' اس کے بعد ہم اپنے اپنے گھروں کو سونے کے لئے گئے"۔ میں نے اس سے کہا: "فجر کی نماز تم لوگوں نے پھر کب پڑھی؟" وہ مجھے کہنے لگا: "صبح کی نماز ہم وقت پر ادا نہیں کر سکے وہ ہم سے چھوٹ گئی۔" میں نے اپنے جی میں کہا: "ماشاء اللہ کیا بات ہے اس ذکر کی کہ جس سے صبح کی نماز رہ جائے۔" تب مجھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات یاد آ گئی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

((كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِيْ آخِرَهُ)) (متفق علیہ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے پہر جلد سو جاتے اور آخر پہر جلد جاگ جاتے (تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں)

یہ صوفی لوگ اس کے بالکل الٹ ہیں آدھی رات تک رقص و سرود اور بدعات و خرافات میں جاگتے رہتے ہیں اور آخر پہر میں سو جاتے ہیں تاکہ صبح کی نماز ضائع کر دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝ ﴾

(الماعون١٠٧/ ٤-٥)

"تو ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت و بربادی ہے جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں" یعنی اسے اپنے وقت سے لیٹ کرتے ہیں۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا)) (رواه الترمذی و صححه الالبانی فی صحيح الجامع)

"فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔" امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

ذکر میں تالیاں بجانا

نماز جمعہ کے بعد ایک مسجد میں حلقہ ذکر قائم کیا گیا۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں ان کی طرف دیکھنے لگا کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ جب وہ وجد میں آکر جھومنے لگے تو ان میں سے ایک نے تالیاں بجانا شروع کر دیں۔ میں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ حرام ہے لیکن وہ مسلسل تالیاں بجاتا رہا۔ میں نے اسے زبان سے بھی نصیحت کر ڈالی مگر وہ باز نہ آیا۔ میں اٹھ کر وہاں سے چلا آیا۔

ایک مدت کے بعد میری اس سے ملاقات ہوئی تو میں نے چاہا کہ اسے بتلاؤں' تالیاں بجانا تو مشرکین کا کام ہے۔ آپ قرآن پڑھ کر دیکھ لیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ ٱلْبَيْتِ إِلَّا مُكَآءً وَتَصْدِيَةً ﴾

(الأنفال۸/ ۳۵)

"(اور حد تو یہ ہے کہ یہ خود بھی نماز نہ پڑھتے) اور ان لوگوں کی نماز خانہ کعبہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔"

تو وہ مجھ سے کہنے لگا: "مجھے فلاں مولوی صاحب نے اس کی اجازت دے رکھی ہے۔"

میں نے اپنے جی میں کہا: "یہی لوگ ہیں کہ جن پر اللہ ذوالجلال کی یہ بات صادق آتی ہے:

﴿ ٱتَّخَذُوٓا۟ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَـٰنَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا ۖ لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَـٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ ﴾

(التوبۃ۹/ ۳۱)

"انہوں نے اپنے علماء' مشائخ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھی اللہ کے علاوہ اپنا رب اور معبود بنا رکھا ہے۔ حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ واحد کے سوا کسی کی

عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔"

اس آیت کو جب حاتم طائی کے بیٹے سیدنا عدی رضی اللہ عنہ نے سنا تھا کہ جو ابھی عیسائی تھے اور اسلام نہیں لائے تھے' کہنے لگے: "اے اللہ کے رسول! ہم تو اپنے علماء و مشائخ کی عبادت نہیں کرتے؟" تو آپؐ نے ان سے کہا تھا:

((اَلَیْسَ یُحِلُّوْنَ لَکُمْ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَتُحِلُّوْنَہٗ؟ وَیُحَرِّمُوْنَ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فَتُحَرِّمُوْنَہٗ؟ قَالَ بَلٰی 'قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وَسلَّم: فَتِلْكَ عِبَادَتُھُمْ))

(حسن' اخرجه الترمزی والبیہقی)

"جس چیز کو اللہ نے تمہارے لئے حرام کر رکھا ہے کیا وہ تمہارے لئے حلال نہیں کر دیتے اور تم اسے حلال جاننے لگتے ہو؟ اور کیا جس چیز کو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر رکھا ہے اسے وہ تمہارے لے حرام نہیں کر دیتے کہ تم اسے حرام جاننے لگتے ہو؟ عدیؓ کہنے لگے: "جی ہاں! ایسے ہی ہے۔" تو نبی ﷺ نے فرمایا: یہی ان کی عبادت ہے۔" (حسن حدیث ہے اور اسے امام ترمذی و امام بیہقی رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے)

ایک دوسرے ذکر میں شمولیت کے لئے میں کسی مسجد میں گیا۔ وہاں دیکھا کہ قصیدہ گو' دوران ذکر تالیاں بجاتا تھا۔ جب اس نے یہ نعت خوانی مکمل کر لی تو میں نے اس سے کہا: "آپ کی آواز تو بڑی خوبصورت تھی مگر یہ تالیاں بجانا حرام ہیں۔" تو وہ مجھ سے کہنے لگا: "اچھی آواز کے ساتھ' طرز لگا کر پڑھنا' تالیوں کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ مجھے اس طرح سے نعتیں پڑھتے ہوئے آپ سے بڑے ایک مولانا صاحب نے بھی دیکھا تھا' مگر انہوں نے تو منع نہیں کیا"۔ [1]

---

[1] ہمارے ہاں بھی موسیقی کے سازوں کے ساتھ نعتوں کو پڑھا جاتا ہے بلکہ نعتوں کو گانوں کی طرز پر پڑھا جاتا ہے' سننے والا فرق نہیں کر سکتا کہ وہ گانا سن رہا ہے یا نعت۔ اس طرح درود و سلام کی ایسی کیسٹیں اب عام ←

جس کسی کو ان کی ایسی مجالس میں جانے کا اتفاق ہوا ہو' اس نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ یہ لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں انتہائی بدتمیزی کے ساتھ الحاد و تحریف کرتے ہیں۔ کبھی اونچی اونچی "آ... اللہ... ھُو' آ... اللہ... ھُو" کی ہانک لگائیں گے اور کبھی "آ... ھی... ھُو' آ... ھی... ھُو" جیسے بے معنی کلمات کا ورد کرتے ہوئے سنائی دیں گے۔

اسی طرح کی تبدیلی اور تحریف کے ساتھ یہ بدتمیزی حد درجہ کی حرام ہے کہ جس پر قیامت والے دن ان کے سخت محاسبہ کیا جائے گا اور کڑی سزا دی جائے گی۔

← مل رہی ہیں کہ جن میں درود و سلام اور شرکیہ قصیدوں کو ڈھولک اور آلات موسیقی کے ساتھ گایا گیا ہے بلکہ اب ایسی نعت کی کتب بھی دیکھنے میں آ رہی ہیں کہ جن میں نعت کے شروع میں کسی نشاندہی کے لئے انڈین یا پاکستانی گانا کا مصرعہ درج ہوتا ہے کہ آپ یہ نعت اس ہندوستانی گانے کی طرز پر گائیں۔ العیاذ باللہ اللہ اور اس کے پیارے اور آخری رسول کا نام اور قرآن کی آیات رہ گئی تھیں کہ اب وہ بھی اس موسیقی کے تختہ ستم بنی ہوئی ہیں کہ جس سے ۱۴ سو سال قبل پیغمبر آخرالزماں نے یہ کہتے ہوئے منع کر دیا تھا کہ میں آلات موسیقی کو توڑنے کے لئے بھیجا گیا ہوں یعنی میرے نبی بنا کر دنیا میں بھیجنے کا ایک مقصد ہی یہ ہے کہ میں موسیقی کے آلات کو توڑ پھوڑ دوں لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ ان لوگوں نے اس نبی کے ذکر اور اس پر اترنے والی آخری کتاب کو موسیقی کی دھنوں کے ساتھ ملا کر پڑھنا شروع کر دیا کہ اس طرح زیادہ سرور آتا ہے۔ استغفر اللہ

زنجیر زنی کرنا

ہمارے گھر کے قریب صوفیوں نے ایک ڈیرہ سا بنا رکھا تھا۔ ایک دفعہ میں ان کی طرف جا نکلا کہ دیکھوں وہ ذکر کیسے کرتے ہیں؟ نماز عشاء کے بعد گویے سے آ گئے کہ جو سب کے سب ڈاڑھی منڈے تھے۔ انہوں نے ایک ہی آواز میں یوں پڑھنا شروع کر دیا۔

هَاتِ كَأْسَ الرَّاحِ۔ وَاسْقِنَا الاقْدَاحَ

لاؤ	شراب	کا	پیالا	لاؤ
اور	بھر	بھر	کے	ہمیں	پلاؤ

یہ شعر بار بار دہراتے اور دائیں' بائیں جھومتے جاتے۔ کبھی ان کا بڑا' اکیلا ہی اس شعر کو دہراتا اور پھر سارے کے سارے 'مغنیوں' قوالوں اور گویوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے اسے دہراتے جاتے۔ واللہ مسجد میں بیٹھ کر وہ شراب کا ذکر کرتے ہوئے بالکل حیاء نہیں کر رہے تھے۔ حالانکہ مسجد تو نماز ادا کرنے اور قرآن کی تلاوت کے لئے بنائی جاتی ہے۔[1] اس شعر میں "الرَّاح" کا معنی شراب ہے کہ جسے اللہ ذوالجلال نے اپنی کتاب میں حرام کر رکھا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث مبارکہ میں۔

---

[1] ایسے صوفیاء کو شراب اور مے و جام کی شاعری سے خاص شغف ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ وہ وجدانی ہیجان پیدا کر کے سامعین میں جذب و مستی کی ایک مصنوعی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ ایسے غیر شرعی افعال کرنے کے بعد وہ بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ملامتی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بسطامی شبلی اور ابویزید کے دور سے لے کر آج تک بعض صوفیوں اور مجذوبوں نے تکالیف و قیود شرعیہ کو غیر ضروری قرار دینے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ اس کا مذاق بھی اڑایا ہے۔ حافظ شیرازی کے دو اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں کہتے ہیں:
ترجمہ: "اے ساقی جام کو گھما اور پیش کر کہ عشق پہلے پہل تو آسان معلوم ہوتا ہے پھر بہت سی مشکلات آ پڑتی ہیں۔ اگر تجھے پیر مغاں (شراب خانہ کا پیر) کہتا ہے کہ اپنا مصلی شراب سے رنگین کر تو ایسا ضرور کر کیونکہ ⬅

سالک منازل سلوک کی راہ و رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔"

ملاحظہ فرمائیں کہ ان اشعار میں تصوف اور شراب کو لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔

عربی زبان میں ابن العارض اور تستری کی نظمیں یہی موضوع پیش کرتی ہیں۔ عربی کے درجہ ذیل اشعار ملاحظہ فرمائیں:

تَعَالوا نُخرِبُ الْجَامِعَ وَنجعلُ فِيهِ خَمَّارَةً

"آؤ ہم لوگ مسجد کو ویران کریں اور اس میں شراب خانہ بنائیں"

وَنَحْنُ نَكسِرُ الْمِنبَرَ وَنَجعلُ مِنْهُ طَنْبَارَهْ

"اور منبر کو توڑ کر اس سے ساز و مزامیر (آلات موسیقی) بنائیں"

وَنَحْنُ نُحرِقُ الْمُصحَفَ وَنَجعَلُ مِنْهُ ذَمَّارَهْ

"اور قرآن کو پھاڑ کر اس کی بانسری بنائیں"

وَنَنتِفُ لِحيَةَ القَاضِي وَنَجعَلُ مِنْهُ أَوتَارَهْ

"اور قاضی کی داڑھی کو اُکھاڑ کر اس سے تانت بنائیں"۔

(تاریخ دعوت و عزیمت ص: ۱۹۳ ج ۲)

دیکھیں اللہ کی پناہ ایسے فقرے کہ شراب اور رقص و سرود کی محفل سجانے کے لئے کس بے حمیتی سے اللہ کی کتاب اور شعائر اللہ کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ یہی جراثیم ہندوستان میں پہنچے تو یہاں کے شاعر بھی اس طرح کے شعر کہنے لگے۔

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر یا وہ جگہ بتا دے جس جا خدا نہیں

پیر بلھے شاہ بھی اس مشرب کے پیر اور فقیر تھے۔ لہٰذا نماز روزہ کے متعلق لکھتے ہیں:

پھوک مصلی بھن سٹ لوٹا نہ پھڑ تسبیح عاصا سوٹا

عاشق کہندے دے دے ہوکا ترک حلالوں کھا مردار

بلھیا پی شراب تے کھا کباب ہیٹھ بال ہڈاں دی اگ

چوری کر تے بھن گھر رب دا اوس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

(نعوذ باللہ من تلك الهفوات) شراب پینا اور اس طرح کے اشعار کہنا صوفیاء میں عام ہے اس لئے ایسا کرنے کے لئے ان کے پاس کئی حیلے بہانے اور جواز ہیں۔

اس کے بعد بڑی شدت سے دفیں بجائی جانے لگیں۔ ان میں سے ایک بڑی عمر کا آدمی آگے بڑھا اور اپنی قمیص اتار کر پھینکتے ہوئے بلند آواز سے نعرہ بازی کرنے لگا: "یادادا! ہائے او میرے دادا۔" اس سے اس کی مراد رفاعی فرقہ کے اجداد اعلیٰ میں سے کسی ایک کو اپنی مدد کے لئے پکارنا تھا۔ وہ اس عمل کے ساتھ بہت زیادہ مشہور ہیں کہ اپنے مریدوں کی مصیبت کے وقت مدد کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالك)

پھر اس نے لوہے کی ایک سیخ (سلاخ) پکڑی اور اسے اپنے پہلو کے چمڑے میں گھونپ لیا۔ تب وہ زور زور سے چیخنے لگا: "یادادا' یادادا" اس کے بعد فوجی وردی میں ملبوس ایک شخص آیا کہ جس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی اور وہ شیشے کے ایک گلاس کو اپنے دانتوں سے کاٹنے لگا۔ یہ شعبدہ بازی دیکھ کر میں نے اپنے جی میں سوچا کہ اگر یہ سپاہی واقعی سچا ہے تو بجائے اس کے کہ یہ شیشے کے گلاس کو کاٹتا پھر رہا ہے یہودیوں کے پاس کیوں نہیں جاتا؟ انہیں کاٹ کھائے اور ان سے جنگ کرے۔

یہ ۱۹۶۷ء کی بات ہے کہ جب یہودیوں نے عرب علاقوں کے بہت بڑے خطے پر قبضہ کر لیا تھا اور عرب فوجیں شکست کھاتی ہوئی جنگ ہار گئی تھیں۔ یہ سپاہی بھی ان میں شامل تھا اور وہاں تو کچھ نہ کر سکا تھا۔ ان تمام شعبدہ بازیوں کے درج ذیل اسباب ہیں:

۱ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے کام کرامتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہیں معلوم نہیں ہے کہ اس طرح کے شعبدہ بازی والے کام ان کے اردگرد جمع ہونے والے شیطانوں کی طرف سے سرزد ہوتے ہیں کہ جو ان کی گمراہی پر ان کی مدد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جب انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو تقدیری معاملات میں مدد کے لئے اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو پکارا تو اللہ کے ساتھ انہوں نے شرک کیا اور اللہ کے ذکر سے انہوں نے منہ موڑ لیا۔ گویا وہ اللہ ذوالجلال کے اس فرمان کے مصداق ٹھہرے:

﴿ وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ ٱلسَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾

(الزخرف ۴۳/ ۳۶-۳۷)

"اور جو کوئی رحمٰن کے ذکر سے منہ موڑ لے تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں پھر وہی اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ اور یہ شیاطین ہی ہیں جو انسانوں کو (اللہ کے) راستے سے روکتے ہیں اور انسان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر چل رہے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ ان کے لئے شیطانوں کو مطیع و مسخر کر دیتا ہے۔ (یعنی شیطان ان کی بات ماننے لگتے ہیں) تاکہ وہ انہیں گمراہی میں اور زیادہ غرق کر دیں۔ جیسا کہ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ﴾ (مریم ۱۹/ ۷۵)

"(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو رحمٰن اس کو ڈھیل دیتا رہتا ہے (اس ڈھیل سے وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ حق پر ہے)۔"

۲ ایسے لوگوں کے لئے شیطانوں کی مدد اور اس طرح کے شعبدہ بازی والے کاموں پر انکی قدرت کوئی حیران کن بات نہیں ہے۔ جن نیک لوگوں کا بھی کام کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جب اپنے درباریوں (کابینہ کے لوگوں) سے کہا کہ ملکہ بلقیس کا تخت کون لے کر آئے گا؟ تو

﴿ قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ ﴾ (النمل ۲۷/ ۳۹)

"جنوں میں سے ایک قوی ہیکل دیو قسم کا جن کہنے لگا: "قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، میں اسے آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں۔ میں اس کام کی قوت بھی رکھتا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں۔"

اسی طرح جو لوگ ہندوستان گئے ہوں انہوں نے وہاں ہندوں جوگیوں، پروہتوں اور مجوسیوں کی اس طرح کی شعبدہ بازی کا مشاہدہ ضرور کیا ہو گا۔ جیسا کہ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں اس چیز کا ذکر کیا ہے۔

۳ مسئلہ کرامت اور ولایت کا نہیں ہے بلکہ یہ طبلے، سرنگیاں وغیرہ بجانا تو شیطان کا کام

ہوتا ہے جو گانے بجانے اور آلات موسیقی کے اردگرد جمع ہوتے ہیں اور ان میں خبیث دلوں کو موہ لینے والی تان پیدا کرتے ہیں' یہی تو ان شیطانوں کے گیت ہوتے ہیں کہ جنہیں جاہل لوگ عبادت سمجھ کر بڑے انہماک سے سن رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح کی محافل سماع کا انعقاد کرنے والے اکثر لوگ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ ظاہر باہر اللہ کے ساتھ شرک کر رہے ہوتے ہیں۔ تو اس طرح کے قوال' بھانڈ اور ان کا سماع کرنے والے' اولیاء اللہ اور کرامتوں والے کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب کہ اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں:

﴿أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾﴾ (یونس ۱۰/ ۶۲-۶۳)

"سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں انہیں (قیامت کے دن) نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے رب پر ایمان لائے اور اسی سے وہ ڈرتے رہے"۔

"ولی" ایک مومن بندہ اور اللہ سے ڈرنے والا متقی آدمی ہوتا ہے کہ جو گناہوں سے اور شرک سے بچتا رہے۔ مصائب و مشکلات کے وقت صرف ایک اللہ سے مدد چاہئے۔ اسے کرامت اللہ کی طرف سے ہبہ ہو کر آتی ہے بغیر اس کے مطالبہ کے اور وہ لوگوں کے سامنے اس کی شہرت نہیں کرتا۔

۴ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے شعبدہ باز قسم کے اشتہاری ولیوں کے افعال سے متعلق لکھا ہے کہ: "نماز ادا کرتے وقت اور قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے اس طرح کے جعلی ولیوں سے یہ کرامتوں والے افعال سرزد نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ یہ شرعی اور ایمانی عبادات ہیں کہ جو خالصتاً محمدی ہیں اور یہ شیطانوں کو بھگا دیتی ہیں۔ اور ان سے ہٹ کر جو عبادات یہ جعلی قسم کے پیر اور ولی کرتے پھر رہے ہیں یہ اپنی بنائی ہوئی بدعی' شرکیہ' شیطانی اور فلسفی قسم کی ہوتی ہیں کہ جو شیطانوں کو کھینچ کر قریب لاتی ہیں۔"

۵ حیران کن بات ہے کہ "سعید حوی" نامی ایک شخص کہ جو نظریہ تصوف سے متاثر ہوا، یہ تمام باطل نظریات اس پر مکمل فٹ بیٹھتے ہیں۔ اس نے ان نظریات کے متعلق کتاب بھی لکھی ہے اور پھر رفاعی طریقت کے مطالعہ کی دعوت بھی دیتا ہے۔ اس نے کوئی نئی قسم کی بات سنی اور اسے یوں بیان کیا: "مجھ سے ایک عیسائی شخص نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے سریا (لوہے کی سلاخ) اس کے پیٹ میں گھونپا اور اسے بغیر تکلیف کے پشت کی جانب باہر نکال دیا..." پھر وہ بتاتا ہے کہ یہ صاحب کرامت آدمی فاسق تھا اور یہ کرامت اسے اپنی جدوجہد اور ریاضت سے حاصل ہوئی۔

(تربیتنا الروحیہ صفحہ / ۷۴)

اس صوفی کی یہ کتاب ایک عیسائی آدمی سے اس طرح کی روایتیں نقل کر رہی ہے کہ جو جھوٹا ہو سکتا ہے۔ غیر مسلم کی گواہی قبول نہیں کی جاتی اور بتائیے کیا کسی فاسق آدمی سے بھی کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں؟ اور پھر یہ وراثت میں ایک مسلمان کو مل گئیں؟ کیسی عجیب بات ہے۔

بھائیو! کرامت تو اللہ سے ڈرنے والے، متقی قسم کے لوگوں، اولیاء اللہ کے لئے ہوتی ہے اور یہ کسی کو وراثت میں نہیں ملا کرتی۔ اور نہ ہی کسی فاسق و مجرم کو ملتی ہے۔ اگر خرقِ عادت کوئی بات کسی فاسق آدمی کو حاصل ہو جائے تو اسے کرامت نہیں کہا جاتا۔ جیسا کہ سعید حوی نے گمان کیا ہے۔ بلکہ یہ تو ایسے لوگوں کے لئے دھوکہ ہوتا ہے جو انہیں گمراہی میں اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ مجوسی اور ہندو قسم کے لوگ تو تیغ اور چھریاں جسم سے آر پار کرنے والے کام سے بھی بڑی بڑی شعبدہ بازیاں کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ مداری قسم کے لوگ کسی آدمی یا بچہ کو لٹا کر اوپر کپڑا ڈال دیتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑاتے رہتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے لیٹنے والے کا آدھا دھڑ ایک طرف اور آدھا دوسری طرف رکھا ہوتا ہے۔ درمیان سے خون کے فوارے پھوٹ رہے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ لیٹنے والے کا سر تن سے جدا دکھا دیتے ہیں اور اس کی گردن سے بھی خون بہہ رہا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ چادر کے نیچے نیچے کرتے ہیں۔ تو کیا اسے آپ کرامت کہیں گے؟ اس

طرح کی اور بھی بہت ساری شعبدہ بازیاں یہاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ کرامتیں اور معجزے اس طرح کے نہیں ہوتے۔ [1]

---

[1] ہمارے ہاں کم تعلیم یافتہ طبقہ اور جاہل لوگوں کو ایسے ہی شعبدہ باز راہزن دین و ایمان متاثر کرتے ہیں۔ لاہور اور کراچی سے ایسی کتب شعبدہ بازی پر شائع ہوتی ہیں کہ جن میں حیران کن کرشمے اور کیمیائی مرکبات کے تعامل بتائے گئے ہیں مثلاً کپڑے کو آگ لگ جانا' پانی میں ریت خشک رہنا' آگ پر چلنا وغیرہ وغیرہ ایسی ہی کتب کو پڑھ کر بے روزگار فراڈیے لوگ پیر بن کر لوگوں کو اپنی کرامات دکھاتے پھرتے ہیں جو دراصل ان کتب سے اخذ کی ہوتی ہیں۔ اگر ایسی شعبدہ بازیوں کو کرامات سمجھ کر ایسے افراد کو "ولی" قرار دیا جائے تو پھر یورپ کے مداری اور میجک مین جو ان شعبدہ بازیوں کو جادوئی کھیل کا نام دے کر متعارف کرواتے ہیں کو سب سے بڑا ولی ماننا پڑے گا۔ اس طرح لوگوں کو گمراہ کرنے کا سلسلہ تاریخ میں بہت قدیم ہے کہ بعض گمراہ صوفی اپنے دامن فریب میں پھانسنے کے لئے کرامات کے نام پر مختلف ہتھکنڈے اپناتے رہے ہیں۔ اگر جسم کو تکلیف دینے والی ایسی شعبدہ بازیوں کو کرامت قرار دیا جائے تو ہندو جوگی اور صوفی ان کرامات میں آج بھی سب سے آگے ہیں اور ان کی ریاضتیں ضرب المثل بن چکی ہیں۔ جب کہ مسلمانوں میں اکثر گدی نشین مجاور اور ان کے خلیفے وغیرہ یہ لوگ محض مخصوص شعبدہ بازیوں کی مدد سے جاہل لوگوں پر اپنی خدائی کی دھاک بحال رکھتے ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ کو رفاعی فرقہ کے ایسے ہی شعبدہ باز پیروں سے سابقہ پڑا تھا۔ یہ لوگ سیاہ کپڑے پہنتے' ہاتھوں اور گلے میں لوہے کے کڑے اور طوق پہنتے تھے' آگ میں کود جاتے' انگاروں اور سانپوں سے کھیلتے تھے اور یہی ان کے اہل حق ہونے کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ نماز' روزہ اور دوسرے شرعی احکام سے یکسر غافل اور بے پرواہ تھے۔ اطراف واکناف میں ان کے بے شمار معتقدین پھیل گئے تھے۔ امرائے سلطنت پر بھی ان لوگوں کا اثر تھا۔ امام موصوف نے ببانگ دہل یہ اعلان کر دیا کہ یہ لوگ محض شعبدہ باز ہیں۔ اور رجال غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے مشتعل ہو کر حاکم وقت امیر افرم سے شکایت کی۔ امیر افرم نے فریقین کو بلا لیا اور طے یہ پایا کہ فریقین (حق و باطل میں تمیز کے لئے) آگ میں کود جائیں۔ پھر جو جل جائے گا وہ جھوٹا اور جو (زندہ) بچ کر نکل آئے گا اسے سچا سمجھا جائے گا۔ امام موصوف نے یہ فیصلہ منظور کر لیا مگر شرط یہ لگائی کہ "فریقین آگ میں داخل ہونے سے پہلے سرکہ اور گرم پانی سے خوب بدن مل کر نہالیں"۔ امیر افرم نے وجہ دریافت کی؟ تو آپ نے کہا کہ: "یہ لوگ مینڈک کی چربی' نارنج کے اندرونی چھلکے اور طلق کے پتھر وغیرہ پیس کر اپنے بدن پر مل لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے آگ کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔" امیر افرم نے امام ابن تیمیہؒ سے پوچھا: "اگر یہ غسل کرنے کی شرط مان جائیں تو آپ آگ میں کودنے کو تیار ہیں؟" اس وقت امام صاحب نے جو جواب دیا وہ سنہری ⬅

حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ جو آپ کے اللہ تعالیٰ پر توکل عزم راسخ پختگی ایمان کی ایک زندہ و جاوید مثال ہے۔ آپ نے فرمایا: "ہاں! میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا ہے اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو میں بھی آگ میں کود جاؤں اور اگر ایسا کروں گا تو یہ کوئی نئی بات نہ ہو گی کیونکہ نبی کریم ﷺ کے سچے جانشینوں سے اس قسم کے خوارق عادات کا ظہور کئی دفعہ ہو چکا ہے اور ہمیشہ (ایسا) ہوتا ہی رہتا ہے۔ جب یہ لوگ اپنے رموز و اشارات اور خوارق عادات امور سے اللہ اور اس کے رسول کی شریعت کو باطل کرنا چاہتے ہیں تو ہم پر فرض ہے کہ اس کی حمایت میں اپنے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ اللہ کریم ہم کو ضرور ایسی نشانیاں عطا فرمائے گا جن سے ہم ان کے خوارق عادات کا بخوبی مقابلہ کر سکتے ہیں"۔

جب اس فرقہ کے پیروں نے امام موصوف کی یہ شرط اور ایسا جواب سنا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انہوں نے صلح کی درخواست کر دی کہ اس معاملہ کو یہیں پر ختم کر دیا جائے اور معافی مانگ لی اور وعدہ کیا کہ "آئندہ ہم بدعات کو چھوڑ کر شریعت محمدیہ کا اتباع کریں گے"۔

(امام ابن تیمیہ" مرتبہ پروفیسر محمد یوسف کوکن مدراس یونیورسٹی ص: ۱۵۵ تا ۱۶۰ اور تاریخ دعوت و عزیمت حصہ دوم مرتبہ ابوالحسن علی ندوی ص: ۵۷)

اس طرح کی کرامتیں شعبدہ بازی کے علاوہ استدراج کی مرہون منت بھی ہوتی ہیں لہٰذا ہمیں سنجیدگی سے کرامت اور استدراج کے درمیان فرق کو سمجھ لینا چاہئے۔ جو درج ذیل ہے:

① کرامت کا صدور کبھی کبھار یا شاذ ہی ہوتا ہے اور اس کا صاحب کرامت کو نہ پہلے سے علم ہوتا ہے نہ وہ اس کا دعویٰ کر سکتا ہے کیونکہ اگر وہ کوئی چیز دعویٰ سے پیش کر سکتا ہے' تو یہ قدرت ہے کرامت نہیں۔

② معجزات کی طرح کرامت بھی وہبی چیز ہے۔ کسبی چیز استدراج ہے جسے دعویٰ سے بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں سب سے پہلے صاحب کرامت کی زندگی پر غور سے نگاہ ڈالنی چاہئے۔ کہ کوئی چیز سنت کے خلاف تو نہیں؟ سنت کے خلاف یہ باتیں ہیں۔ مجاہدات و ریاضت کی خاطر جنگلوں میں مدتوں قیام کرنا۔ مزارات پر چلہ کشیاں' کشف قبور کے طریقے سیکھنا' نکاح سے خود پرہیز اور دوسروں کو متنفر کرنا' معکوس لٹک کر عبادت کرنا' حبس دم' ذکر و اذکار کے بدعیہ اور شرکیہ طریقے۔ متواتر اور وصلی روزوں کے ذریعہ بدن کو نحیف و کمزور بنانا اور نفس کشی کرنا' ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر عبادت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب طریقے غیر شرعی ہیں اور یہی کسبی اور اکتسابی ہیں جن کے ذریعہ کشف و کرامات کے فن کو حاصل کیا جاتا ہے۔ ان طریقوں سے حاصل شدہ کمال استدراج ہو گا کرامت نہ ہو گی۔

③ کرامت کسی اہم دینی یا دنیوی غرض کو پورا کرنے کے لئے عطا کی جاتی ہے اور یہ بالعموم اتفاقاً سرزد ہوتی ہے۔ جب کہ استدراج دعویٰ سے پیش کیا جاتا ہے اور بسا اوقات اس سے مقصود اظہار نمود و نمائش اور اپنی ولایت کی دھاک بٹھلانا ہوتا ہے اور اس سے اگر کوئی غرض پوری ہوتی بھی ہے تو وہ حقیر' ادنیٰ اور انفرادی قسم کی ہوتی ہے۔ (بحوالہ شریعت و طریقت از عبدالرحمان کیلانی ص/ ۲۰۶' ۲۰۷)

⑥ ایک سلفی آدمی نے اس طرح کے ایک شعبدہ باز سے کہ جو اپنے جسم سے سیخوں کو آرپار کرنے کا ڈرامہ رچا رہا تھا' کہا: "اگر تم واقعی ولی ہو اور یہ تمہاری کرامت ہے تو اپنی آنکھوں میں یہ سوئیاں مار کر دکھاؤ۔" تو اس نے انکار کر دیا اور بہت زیادہ ڈر گیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ خاص قسم کی سلاخیں جسم سے آرپار کرنے کا محض ڈرامہ ہوتا ہے۔ بعض ایسے لوگوں کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے اس کام سے توبہ کر لی ہے۔ تائب ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ یہ جعلی قسم کا خون ہوتا ہے جسے انہوں نے اپنے جسم کے ساتھ کپڑوں کی اندرونی طرف چھپا کر لپیٹا ہوتا ہے۔ وہ چالاکی سے اسے دبا کر کپڑوں سے باہر نکال لیتے ہیں اور پھر اسی لئے ہاتھ پونچھنے لگتے ہیں۔

⑦ مجھے ایک انتہائی سچے مسلمان آدمی نے بتایا ہے کہ اس نے ایک سپاہی کو اپنی آنکھوں سے ایک خاص قسم کی سیخ اپنے جسم سے آرپار کرتے ہوئے دیکھا اور جہاں اس نے سیخ ماری تھی وہاں سے خون نکلتے ہوئے دیکھا۔ لوگ جب اسے اس کے فوجی آفیسر کے پاس پکڑ کر لے گئے تو وہ کہنے لگا: "ہم تیری دونوں ٹانگوں کے ساتھ بارود لگا دیتے ہیں اور اسے ابھی پھٹا دیتے ہیں۔ اگر تو سچا ہوا تو بچ جائے گا ورنہ برداشت کرتے ہوئے اس پر صبر کرنا۔" پھر اس آفیسر نے ایسا ہی کیا' ابھی بارود اس کے ساتھ باندھا ہی جا رہا تھا کہ اس نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ وہ چیختا چلاتا جا رہا تھا اور دوہائیاں دے رہا تھا۔ اردگرد کھڑے تمام فوجی اس کی کرامت ہوا ہونے سے اور اس کی بدحواسی دیکھ کر خوب ہنسنے لگے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کی شعبدہ بازیاں نہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیں اور نہ صحابہ کرام نے' نہ ہی تابعین عظام نے کیں اور نہ ہی آئمہ محترمین نے (رضی اللہ عنہم جمیعًا) اور اگر اس طرح کے کاموں میں بہتری ہوتی تو وہ انہیں ضرور کرتے اور ہم سے اس میں سبقت لے جاتے مگر یہ تو بعد والے بدعتی قسم کے شعبدہ بازوں کے کام ہیں جو کہ شیطانوں سے مدد طلب کرتے ہیں۔ یہی لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کی بدعتوں سے خبردار کیا ہے' فرمایا:

((اِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ، فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ)) (رواه النسائي، صحيح)

"خبردار! دین میں نئے کاموں سے بچ کر رہنا (یعنی نئے کام داخل نہ ہونے دینا) اس لئے کہ دین میں ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ جب کہ ہر گمراہی جہنم میں لے جانے کا سبب بنے گی"۔

اور پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درج ذیل فرمان کے مطابق بدعتیوں کا ہر کام ان کے منہ پر مار دیا جاتا ہے، فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)) (رواه مسلم) .

"جو آدمی کوئی ایسا عمل کرے جس پر ہمارا حکم موجود نہ ہو تو وہ مردود ہے"۔

یہ بدعتی قسم کے لوگ تو مُردوں اور شیطانوں سے بھی مدد طلب کرتے ہیں۔ اور یہی تو وہ شرک ہے کہ جس سے اللہ ذوالجلال نے خبردار کیا ہے:

﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴾ (المائدة٥/ ٧٢)

"جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا (یہ ظالم ہیں) اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ نِدًّا دَخَلَ النَّارَ)) (رواه البخاري)

"جو اس حالت میں مرا کہ وہ اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتا ہے وہ جہنم میں داخل ہو گا۔"

ہر شخص کہ جو اس طرح کے لوگوں سے عقیدت رکھے یا ان کا مددگار ہو وہ بھی انہیں میں سے ہو گا۔

مولوی طریقت

ہمارے شہر میں ان کا ایک خاص ڈیرہ تھا جسے "مولوی ڈیرہ" کہا جاتا تھا۔ ایک بڑی سی مسجد تھی کہ جس میں باقاعدہ نمازیں ادا کی جاتی تھیں۔ اس ڈیرے میں بہت ساری قبریں تھیں کہ جن کے اردگرد باڑ لگی ہوئی تھی۔ قبروں کے اوپر بڑے بلند قسم کے خوبصورت پتھر لگے ہوئے تھے کہ جن پر قرآنی آیات کندہ تھیں۔ ہر قبر کا نام اور کچھ اشعار لکھے ہوئے تھے۔ یہ مولویوں کی جماعت ہر جمعہ کے دن یہاں اکٹھی ہوتی تھی یا پھر خاص خاص مواقع پر۔ اپنے سروں پر یہ لوگ گیروی رنگ کی اونی ٹوپیاں لمبی لمبی سی پہنتے تھے۔ اپنی محفل ذکر میں آلات موسیقی اور بانسریاں بجاتے تھے کہ جن کی آواز دور دور تک سنی جاتی تھی۔[1] ایک بار میں نے ان میں سے ایک آدمی کو حلقہ کے بالکل درمیان میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ جو چاروں طرف چکر کاٹنے لگا اور آگے پیچھے نہیں ہو رہا تھا۔ یہ لوگ جب اپنے پیر جلال الدین رومی سے مدد مانگتے تو اپنے سروں پر مہندی لگا لیتے۔ اس فرقے کے متعلق مجھے بعض باتیں انتہائی حیران کن معلوم ہوئیں کہ جنہیں ترتیب وار ذکر کرتا ہوں۔

---

[1] فرقہ مولویہ کے حاملین مشہور صوفی جلال الدین رومی کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں کہ جن کا دربار ترکی کے شہر قونیہ میں واقع ہے اور ان کی کتاب برصغیر پاک و ہند میں بہت مشہور ہوئی کہ جس کا نام "مثنوی معنوی رومی" ہے۔ اس کتاب کے بارے میں مریدین کا یہ اعتقاد ہے کہ "ہست قرآن در زبان پہلوی" کہ یہ فارسی زبان میں قرآن ہے۔ مولانا رومی کی قبر دربار کے جس ہال میں واقع ہے اس کے اندر ہی قرآن مجید کے مخطوطات رکھے ہوئے ہیں اور یہیں پر مولانا روم کی مثنوی شریف کے مخطوطات بھی بڑے ادب و احترام کے ساتھ رکھے ہیں۔ گویا یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عربی قرآن اور فارسی قرآن کا زبان کے اختلاف کے باوجود مرتبہ تقریباً برابر ہی ہے استغفر اللہ اور پھر اس مثنوی شریف کے یہ مخطوطات سونے کے پانی سے لکھے گئے ہیں۔ مولانا روم کی قبر والے ہال کے ایک حصے میں "مولوی میوزک" قائم کیا گیا ہے۔ اس میوزک ہال کے وسط میں شیشے ⬅

(۱) اسلامی ملکوں میں مساجد تو بے شمار ہیں مگر اس فرقے کی یہ مسجد میں نے عجیب ہی دیکھی کہ جس کے اندر قبریں ہیں۔ اس معاملے میں یہ لوگ بالکل یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہیں۔ جب کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان تو یہ ہے' فرمایا:

((لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارىٰ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا)) (رواہ البخاری / کتاب المغازی)

"اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر کہ جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"۔ آپ ﷺ اس چیز سے خبردار کر رہے تھے جو پہلی امتوں نے اختیار کی۔

اور نبی ﷺ کے درج ذیل فرمان کے مطابق قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا منع کیا گیا ہے۔ فرمایا:

((لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا)) (رواہ مسلم واحمد)

"نہ ہی قبروں پر (مجاور بن کر) بیٹھو اور نہ ہی ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔"

جہاں تک قبروں پر بیٹھنے کی جگہیں بنانے' گنبد اور دیواریں بنانے اور ان پر کتابت کروانے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے منع کا حکم بھی سن لیجئے' صحابی بیان کرتے ہیں:

☆ کے صندوقوں میں مولانا رومی کے جبے اور وہ لباس تبرک بنا کر رکھا گیا ہے کہ جسے وہ پہنا کرتے تھے۔ اس مولوی میوزک ہال کے چاروں طرف شیشے کی الماریاں ہیں۔ ان الماریوں یا شوکیسوں میں .... سارنگیاں .... ڈھولکیاں ... بین اور طنبورہ وغیرہ بڑے قرینے سے سجا کر لگائے گئے ہیں۔ یہ مولانا رومی کے تبرکات ہیں کہ جن کی زیارت عقیدت مند و مریدین نہایت عقیدت و احترام سے کرتے ہیں۔ ترکی میں اس "فرقہ مولویہ" کے لوگ مخصوص لباس پہن کر رقص کرتے ہیں۔ ان کے اس رقص کو "رقص مولوی" کہتے ہیں۔ اس رقص میں جب ڈھول بجتے ہیں سارنگیاں اور بینیں بجتی ہیں تو ترکی کے نوجوان مرد اور عورتیں رقص کرتے ہوئے جشن مناتے ہیں۔ اس فرقہ "مولویہ" کی شاخیں مختلف قریبی ملکوں میں قائم ہیں کہ جن کی شریعت اور طرز حیات باقی مسلمانوں سے بالکل علیحدہ ہے کہ جس طرح امریکہ میں نیشن آف اسلام (علی جاہ محمد کے ماننے) والے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو کہلواتے تو مسلمان ہیں لیکن ان کے اعتقادات و نظریات اسلام کے بالکل برعکس ہیں۔

((فَنَهٰی اَنْ یُّجَصَّصَ الْقَبْرُ اَنْ یُّبْنٰی عَلَیْهِ (اخرجه مسلم)
"نبی ﷺ نے قبریں پکی بنانے اور ان پر عمارت کھڑی کرنے سے منع فرمایا ہے۔"
دوسری روایت میں ہے کہ:
((نَهٰی اَنْ یُکْتَبَ عَلَی الْقَبْرِ شَیْءٌ))
"آپ ﷺ نے قبر پر ہر قسم کی کتابت سے منع فرمایا" (ترمذی)

۲ اور جہاں تک مساجد اور حلقہ جات ذکر میں آلات موسیقی کے استعمال کا تعلق ہے تو یہ آخر دور کے صوفیوں کی بدعت ہے جو انہوں نے ایجاد کی۔ جب کہ نبی کریم ﷺ نے تو موسیقی کو حرام کر دیا تھا۔ فرمایا:
((لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ))
(رواہ البخاری تعلیقا وابوداود وصححه الالبانی)
"میری امت میں ایسی قومیں بھی اٹھیں گی جو زنا' ریشم' شراب اور موسیقی کو حلال سمجھیں گی۔"

ہاں یاد رکھئے کہ عید کے دن اور نکاح کے موقع پر عورتوں کا دف بجانا موسیقی سے مستثنیٰ ہے۔ (اور دف کا شمار ویسے بھی آلات موسیقی میں نہیں ہوتا)

۳ اس فرقہ مولویہ کے لوگ بعض نمازوں کے لئے یا روزے کی افطاری کے اعلان کے لئے "نوبت" بجاتے ہیں۔ یہ بھی آلات موسیقی میں شمار ہوتی ہے اور اسے مسجدوں میں بجایا جاتا ہے۔ (ہمارے ہاں بھی اس کا رواج ہے۔ اب تو ذرا کم ہو گیا ہے پہلے بہت زیادہ تھا' بالخصوص دیہاتوں میں۔ اب اس کی جگہ سائرن نے لے لی ہے)۔ یہ لوگ رات کو جگانے کے لئے بھی نوبت بجاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اب تو اہل محلہ کو دوسرے آلات موسیقی بھی سننے کو ملتے ہیں۔ (بانسری ان کی پسندیدہ چیز ہے)

۴ اس فرقہ کے ایک ایسے آدمی کو بھی میں جانتا ہوں کہ جو اپنے بیٹے کو وہی "ہیٹ" پہناتا تھا جو کفار پہنتے ہیں۔ میں نے اسے کسی پوشیدہ طریقے سے لے لیا اور پھاڑ ڈالا۔ میرے اس فعل پر یہ صوفی صاحب جزبز ہو گئے اور غصے میں مجھے بہت ہی برا بھلا کہا۔

میں نے اس سے کہا: "بھائی صاحب! معذرت چاہتا ہوں۔ مجھے تیرے بیٹے پر کفار کا لباس دیکھ کر غیرت آ گئی تھی۔ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" (کیونکہ تجھے اسلامی شعار کی بجائے کفار کی تہذیب سے محبت جو ہوئی ؟)

اس صوفی نے اپنے دفتر کے سامنے ایک تختی لٹکا رکھی تھی جس پر لکھا تھا "یا حضرت مولانا جلال الدین الرومی"[1] میں نے اس سے کہا: "تو ایک ایسے شخص کو اللہ کی مانند کیسے پکارتا ہے' جو نہ تیری فریاد سن سکتا ہے اور نہ ہی اس کا جواب دے سکتا ہے؟" تو وہ خاموش رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ (یہ تھا مولوی طریقت کا خلاصہ)

[1] ترکی میں قونیہ شہر میں واقع جلال الدین رومی کی قبر پر بھی یہی فقرہ "یا حضرت مولانا" جلی حروف میں لکھا ہوا ہے۔

ایک صوفی بزرگ کا عجیب و غریب درس

ایک دفعہ میں کسی مولانا صاحب کے ساتھ ایک مسجد میں درس سننے کے لئے گیا۔ وہاں ایک صاحب کے اردگرد کچھ اساتذہ اور علماء حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ایک کتاب میں کہ جس کا نام "ابن عجیبہ کی دانائیاں" تھا' کچھ پڑھ رہے تھے۔ صوفیوں کے نزدیک تزکیہ نفس سے متعلق درس تھا۔ ان میں سے ایک آدمی نے درج ذیل کہانی اس کتاب سے پڑھنا شروع کی۔

ایک صوفی آدمی کسی حمام میں نہانے کے لئے داخل ہوا۔ جب وہ نہا کر نکلا تو اس نے حمام والے کا تولیہ چوری کر لیا۔ مگر اسے اچھی طرح نہ چھپایا۔ ایک سرا اس کا نظر آنے دیا تاکہ لوگ جب اسے دیکھیں تو اس فعل پر اسے ڈانٹیں ڈپٹیں اور ذلیل کریں کہ اس سے وہ اپنے نفس کو مار سکے اور صوفی طریقے کے مطابق اپنی تربیت کر سکے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ جب وہ حمام سے باہر نکلا تو حمام والے نے اُسے آلیا۔ صوفی کے کپڑے کے نیچے تولیے کا سرا دیکھا تو اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ لوگ اس شور شرابے کو سن کر وہاں اکٹھے ہو گئے اور اس صوفی کو کہ جس نے حمام سے تولیہ چوری کیا تھا' بغور دیکھنے لگے۔ اور پھر جس طرح سے لوگ چوروں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں' اسے وہ مارنے پیٹنے لگے اور گالی گلوچ بھی کی۔
اس صوفی آدمی سے انہوں نے بڑا ہی برا سبق لیا مگر اس سے اپنے نفس کی اصلاح ہو گئی۔

دوسرا واقعہ اس نے یوں سنایا کہ: ایک اور صوفی آدمی نے اپنے نفس کی تربیت کرنے اور اسے ذلیل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے ایک تھیلا اخروٹوں سے بھرا اور گلے میں لٹکا کر بازار میں نکل کھڑا ہوا۔ راستے میں کوئی بھی بچہ اسے ملتا تو وہ اس سے کہتا کہ: "میرے منہ پر تھوکو! تمہیں اخروٹ دوں گا"۔ بچہ' صوفی کے منہ پر تھوکتا اور وہ اسے ایک اخروٹ دے دیتا۔ اس طرح وہ بازار میں چلتا رہا۔ بچے اس کے منہ پر تھوکتے رہے اور وہ انہیں اخروٹ

تقسیم کرتا رہا۔ یہ صوفی اس فعل سے بہت خوش ہوا کہ اس نے اپنے نفس کو خوب مار پڑوائی ہے۔[1]

---

[1] صوفیا چونکہ وسیع المشرب انسان ہوتے ہیں' پینے پلانے کا شوق بھی فرما لیتے ہیں بلکہ ہر غلط کام کرنے کے بعد بڑے آرام سے کہہ دیتے ہیں کہ "ہم ملامتی ہیں" ملامتی فرقہ صوفیاء کا دراصل وہ فرقہ ہے جو اپنے آپ کو ذلیل کرنا کار ثواب' دنیا و آخرت میں کامیابی اور عنداللہ درجات میں بلندی کا باعث سمجھتا ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ جس قدر زیادہ ذلیل ہوں گے اتنے ہی اللہ کے زیادہ نزدیک ہوں گے اور بڑے ولی بنیں گے۔ لہٰذا اسی نظریہ کے تحت وہ عجیب و غریب حرکتیں کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

مشہور صوفی معروف کرخی کے ماموں شہر کے حاکم تھے۔ ایک روز اس حاکم کا گزر ایک جنگل میں ہوا کہ جہاں معروف کرخی روٹی کھا رہے تھے اور ایک کتا بھی ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ حاکم شہر نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخی ایک لقمہ اپنے منہ میں اور ایک لقمہ کتے کے منہ میں ڈالتے (تذکرۃ الاولیاء)

ایک بزرگ نے (اپنے آپ کو ذلیل کرنے کے لئے) ایک مسجد میں عین نمازیوں کی موجودگی میں جان بوجھ کر چوری کرنے کے انداز میں کسی کی چادر اٹھا کر بدن پر اوڑھ لی اور پھر اوپر اپنی گدڑی ڈال دی۔ لوگ دیکھ رہے تھے انہوں نے پیچھے دوڑ کر آپ کو پکڑ لیا۔ اور خوب مارا اور یوں آپ "مسجد کا چور" کے نام سے مشہور ہو گئے (فیضان سنت: ۳۰۶) صوفیاء اپنے آپ کو ذلیل کروانے کے لئے اور بھی بہت سے طریقے اختیار کرتے ہیں مثلاً وہ لوگوں کو باقاعدہ اجرت دے کر تنخواہ پر ملازم رکھتے ہیں کہ وہ ان کو سربازار ذلیل و رسوا کریں۔ یوں ان کی شہرت کو جاہل عوام میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح تکبر اور غرور نفس کو توڑنے کے نام پر انہوں نے بھیک مانگنے (کہ جس سے رسول اللہ نے منع کر دیا ہے) کا نسخہ تجویز کیا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فَاِنَّ عِزَّةَ النَفْسِ وَالرِاَسَةِ لَا تَنقُصُ اِلاَّ بِالزِّلِّ وَلَا ذِلَّ اَعْظَمُ مِن ذِلِّ السُّؤَالِ

"نفس کی عزت اور بڑائی اسے ذلیل کیے بغیر نہیں ٹوٹ سکتی اور بھیک مانگنے سے بڑھ کر ذلت اور پستی کی بات کوئی نہیں ہو سکتی۔"

(ذلیل ہونے کے لئے) "بعض مشائخ اپنے غصہ کو دور کرنے کے لئے ایسے آدمی کو اجرت پر رکھتے جو سرعام انہیں گالی دے۔" (احیاء علوم الدین ۳/۶۰)

صوفیاء اپنے آپ کو ذلیل کروانے کے لئے اس طرح کے ہتھکنڈے کیوں استعمال کرتے ہیں؟ اس لئے کہ وہ ایسا کرنے کو ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ ان کا عقیدہ ہے۔ اسی عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے مشہور صوفی وہب بن منبہ کہتے ہیں: "وہ ساعت (گھڑی) جس میں انسان اپنے آپ کو ذلیل خیال کرے اس کی ستر سال کی عبادت سے ⬅

یہ دونوں واقعات سن کر' غصے کے مارے میرا تو برا حال ہو گیا۔ اس گندی تربیت والے ڈرامے سے میرا دل کڑھنے لگا کہ دیکھو اسلام نے انسان کو کتنی تکریم دی ہے اور یہ لوگ اس کی کس قدر ذلت کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلْنَٰهُمْ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلْنَٰهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ﴿٧٠﴾ ﴾

(الأسراء ١٧/ ٧٠)

"اور (اے لوگو ہمارا کتنا بڑا احسان ہے کہ) ہم نے بنی آدم کو عزت دی' خشکی اور تری میں ان کو سواریاں بخشیں۔ (کھانے کے لئے) پاکیزہ چیزیں انہیں عطا کیں اور جتنی چیزیں ہم نے پیدا کی ہیں ان میں بہت سی چیزوں (مخلوقات) پر ہم نے ان کو فضیلت دی ہے۔"

جس مولوی صاحب کے ساتھ میں وہاں گیا تھا۔ باہر نکلنے کے بعد میں نے اس سے کہا: "نفس کی تربیت میں کیا یہی صوفیوں کا طریقہ ہے؟ کیا جس چوری کے انجام میں شریعت نے

◄ بہتر ہے"۔ (تنبیہ المغترین)

دنیا میں ہی عزت کا حاصل ہو جانا اللہ کریم کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے جب کہ ذلت بد نصیبی اور عذاب ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے وہ جس کے نصیبے میں چاہے عزت کر دے اور جس کے مقدر میں چاہے ذلت کر دے۔ رب العالمین نے قرآن مجید میں اس بات کو یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ﴾

"اور وہ اللہ ہی ہے کہ جس کو چاہتا ہے عزت دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے' اسی کے اختیار میں ہر طرح کی بھلائی ہے۔"

لیکن یہ عجب دین صوفیاء ہے کہ جس کے ولی ذلیل ہونے کو ۷۰ سال کی عبادت سے افضل و اعلیٰ سمجھتے ہیں اور اسے ایک سعادت جانتے ہیں جب کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس ذلت کے عذاب سے ہمیشہ اللہ رحیم و کریم کی پناہ مانگی۔

چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اس حرام والے چوری کے کام کے ذریعے ان کی تربیت ہوتی ہے؟ یا پھر انسانیت کی توہین اس کی ذلت کے ذریعے اور خست آمیز کاموں کے ارتکاب سے ہی ان کی تربیت ہوتی ہے؟ دین اسلام تو اس طرح کے کاموں کی تردید اور ان کا انکار کرتا ہے۔ عقل سلیم بھی کہ جسے اللہ رب العالمین نے انسان کی عزت اور توقیر کا ذریعہ بنایا ہے ایسے کاموں کا انکار کرتی ہے۔ کیا یہی وہ دانائی کی باتیں ہیں کہ جنہیں تمہارے اس مولوی مصنف نے "ابن عجیبہ کی دانائیاں" کہا ہے؟" (تف ہے تمہاری عقلوں پر)

آپ کو باور کرا دوں کہ جو مولوی صاحب اس حلقہ درس کے صدر صاحب تھے' ان کے بہت زیادہ شاگرد اور مرید تھے۔ ایک دفعہ اس مرشد نما مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ وہ حج پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کے تمام شاگرد اور مریدین ان کے پاس نام درج کروانے کے لئے گئے کہ وہ بھی ان کے ساتھ حج پر جائیں گے۔ عورتیں بھی اس قافلے میں نام درج کروانے کے لئے آئیں۔ بہت سی خواتین نے زاد راہ کے لئے اپنے زیور بھی بیچ ڈالے۔ چنانچہ حج کی رغبت رکھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ جب اس مولوی صاحب کے پاس بہت زیادہ مال جمع ہو گیا۔ تو پھر اس نے اچانک اعلان کر دیا کہ وہ حج کی استطاعت نہ رکھتے ہوئے' حج پر نہیں جا رہا۔ اس نے لوگوں کے اموال بھی واپس نہ کئے' بلکہ حرام طریقے کے ساتھ وہ انہیں ہڑپ کر گیا۔ اللہ ذوالجلال کا یہ فرمان اس پر سچ ثابت ہوا۔ فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۗ وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾ ﴾ (التوبة۹/ ۳۴)

"اے ایمان والو! (خبردار ہو جاؤ) بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں۔ اور (یہی نہیں بلکہ) ان کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور (اے رسول) جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔"

اس پیر کے ایک بڑے ہی معتقد مرید کو کہ جو ایک اچھا خاصا دولت مند آدمی ہے بعد میں یہ کہتے ہوئے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے' وہ غصے سے بپھرا ہوا یہ کہہ رہا تھا: "یہ تو بڑا ہی مکار اور جھوٹا آدمی ہے۔"

صوفیوں کے نزدیک مساجد میں ذکر

① ایک دفعہ اپنے محلے کی مسجد میں جہاں میں رہتا تھا' صوفی طریقے کے مطابق ذکر کے لئے حاضر ہوا۔ ان میں سے خوبصورت آواز والا ایک آدمی آیا کہ انہیں وہ حلقہ ذکر میں' جہاں اہل محلہ جمع تھے کچھ قصیدے اور گیت گا کر سنائے۔ چنانچہ اس نے وہ قصائد پڑھے اور ان میں سے جو مجھے یاد رہا وہ یہ تھا: "اے غیب جاننے والے لوگو! ہماری مدد کرو' ہمیں مصیبتوں سے بچاؤ' ہماری مدد کو پہنچو"۔ اس نے اپنے قصیدوں میں مردوں سے اپنی حاجتیں طلب کیں۔ وہ مُردے کہ جو اس کی طلب کو سننے کی بھی طاقت نہیں رکھتے' ضرورتیں کہاں پوری کر سکتے ہیں؟ اگر وہ سن بھی لیں تو اس پکار کا وہ تو جواب بھی نہیں دے سکتے وہ تو بیچارے اپنے نفع' نقصان کے بھی مالک نہیں دوسرے کے کیا کام آئیں گے؟[1] ایسے ہی لوگوں کے متعلق تو اللہ ذوالجلال نے

---

[1] قبل از اسلام بیت اللہ میں ۳۶۰ بت موجود تھے جو سابقہ امتوں کے نیک لوگوں (مردہ ولیوں) کے بنا کر وہاں نصب کر دیئے گئے تھے۔ اب لوگ ان ولیوں کے بتوں کی پوجا اور عبادت کرتے اور ان کو اللہ کو چھوڑ کر مشکل کے وقت پکارتے۔ رسول اللہ نے ان ۳۶۰ بتوں کو نکال کر اور توڑ پھوڑ کر باہر پھینکا اور بیت اللہ کو ان کے وجود سے پاک کیا' تاکہ لوگ ان کو پکارنے کی بجائے خالص اللہ ہی کو پکاریں۔ ہمارے برصغیر میں بھی بڑے بڑے قد آور علماء مصیبت کے وقت مردوں اور بتوں کو پکارتے نظر آتے ہیں۔ یاللعجب! انہیں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی شامل ہیں۔ ایک دفعہ جب وہ مکہ میں تھے تو مشکل کے وقت ۱۳ سو سال بعد بھی وہ بیت اللہ میں رکھے جانے والے ان ۳۶۰ بتوں کو پکار رہے ہیں' ان کی زبان سے سنیں:
"ایک بار مجھے ایک مشکل تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم (بیت اللہ) میں کھڑے ہو کر کہا: "تم لوگ ۳۶۰ یا کم و زیادہ اولیاء اللہ کے یہاں رہتے ہو' اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی' تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو!!؟؟" یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی۔ میری نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا۔ اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر کر چلا گیا۔" (کرامات امدادیہ ص / ۵۷)

قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ ﴾ (الفاطر ۳۵/ ۱۳۔۱۴)

"اور (اے لوگو) جن جن کو تم اللہ کے علاوہ (مدد کے لئے) پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سن سکتے اور اگر سن بھی لیں تو پھر بھی تمہاری دعا کو قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور (اے رسول) اللہ باخبر کی طرح آپ کو کوئی خبر نہیں دے سکتا۔"

اس حلقہ ذکر کے اختتام پر میں نے مسجد کے امام صاحب سے کہا: "یہ ذکر تو کسی بھی صورت میں ذکر کہلانے کا مستحق نہیں اس لئے کہ اس میں اللہ کا ذکر تو میں نے سنا ہی نہیں۔ نہ ہی اس میں دعا تھی۔ بلکہ یہاں تو نعوذ باللہ غیب جاننے والوں کو پکار لگائی جا رہی تھی۔ وہ غیب جاننے والے کون سے ایسے افراد ہیں کہ جو ہماری حاجتیں پوری کر سکتے ہیں اور ہماری مدد کی بھی استطاعت رکھتے ہیں؟" مولوی صاحب بالکل خاموش رہے' کوئی جواب نہ دیا۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق تو اللہ ذوالجلال کا یہ فرمان بہت بڑا رد ہے' فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۷۹)

"اور جنہیں تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں"۔

۲ ایک دوسری مسجد میں اس کے بعد ایک دفعہ مجھے جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ امام مسجد صوفی تھا اور اس کے بہت سارے مرید تھے۔ نماز کے بعد وہ لوگ ذکر کے لئے کھڑے ہو گئے اور دوران ذکر وہ اچھلنے کودنے لگے۔ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے: "اللہ۔ آہ۔ ھی" اور نعت گو' مولوی کے قریب ہو گیا اور اس کے

سامنے رقص کرنے لگا۔ دائیں بائیں بھی جھک رہا تھا جیسے کوئی مغنیہ اور رقاصہ ہو۔ پھر وہ مولوی کی غزل پڑھنے لگا گویا کہ وہ اس سے زبردستی عشق بازی کر رہا ہو۔ جب کہ مولوی اس کی طرف دیکھ دیکھ کر رضامندی سے مسکراتا جاتا۔[1] میں اپنے ایک صوفی استاد کے ساتھ کبھی کبھی اس مولوی سے ملنے آجایا کرتا تھا اور اس کی کرتوتوں سے واقف تھا۔

ایک دفعہ وہ حج پر گیا۔ جب واپس آیا تو ہم اس سے ملنے گئے اور سفر حج کے حالات و واقعات سننے لگے۔ وہ ایک آرام دہ بڑی سی امریکی گاڑی میں اپنے سوار ہونے کا واقعہ بیان کرنے لگے اور یہ واقعہ مکہ مکرمہ سے مدینہ کی طرف سفر کے دوران پیش آیا۔ کہ بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ انہوں نے یہ سفر کیا اور بہت لطف آیا۔ میں نے اپنے جی میں سوچا' ایسی باتوں کا کیا فائدہ؟ کتنا اچھا ہوتا کہ وہ حج کے روحانی اور اجتماعی فوائد بیان کرتے۔ جیسا کہ اللہ ذوالجلال نے فرمایا ہے:

﴿ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ﴾ (الحج ۲۲/ ۲۸)

"تاکہ وہ لوگ اپنے (دین و دنیا کے) فائدے حاصل کرنے کے لئے (وقت مقررہ تک وہاں) حاضر ہوں۔"

---

[1] اس طرح کے "کرائے کے نعت خواں" ہمارے ہاں عام مل جاتے ہیں جو پیر کی شان میں قصیدے پڑھتے ہیں اور ان اشعار میں مریدوں کو یہ باور کرواتے ہیں کہ تمہیں جو کچھ بھی ملنا ہے اس پیر کے پاس سے ملنا ہے۔ اس طرح وہ اپنی دیہاڑی پکی کرنے کے لئے پیر کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ تو پیر اس پروگرام کے آخر پر مقررہ "فیس" دیتا ہے اور دوران محفل مرید بھی اس کو حسب استطاعت روپے بیلوں کی شکل میں دیتے رہتے ہیں۔ اپنی مقررہ وقت کی ڈیوٹی دینے کے بعد اور اجرت وصول کرنے کے بعد وہ یہاں سے فارغ ہو کر چلا جاتا ہے اور کسی اور پیر کو گانٹھ کر اس کی مدح و منقبت گانا شروع کر دیتا ہے اور ساتھ ساتھ اشارے کنائے کرتے ہوئے مصنوعی سرور سے جھومتا ہے۔ اور پیر بھی اپنی تعریف و توصیف سن کر خوشی سے مسکراتا ہے۔ سب سے زیادہ کرائے کے نعت خواں ہفتہ اور جمعرات کی شام (ہر ہفتے) علی ہجویری لاہور کے دربار پر پائے جاتے ہیں۔ اگر یقین نہ آئے تو کسی بھی جمعرت کی شام کو مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

صوفی حضرات لوگوں سے معاملات کیسے کرتے ہیں؟

اوپر جس صوفی مولوی کا تذکرہ ہو رہا تھا اس کے ایک شاگرد سے میں نے دوکان خرید لی اور یہ شرط رکھی کہ جو بھی اس دوکان کو کرائے پر لے گا یہ آدمی اس کی ضمانت دے گا کہ وہ کرایہ ادا کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ تو وہ اس پر راضی ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد کرائے دار نے کرایہ دینا بند کر دیا۔ میں نے اس ضامن سے رابطہ کیا۔ اس نے صاف انکار کر دیا کہ وہ مجھے ہرگز کوئی پائی پیسہ نہ دے گا۔ دلیل اس کی یہ تھی کہ اس کے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں جب کہ کرایہ دار سے کرایہ وہ خود وصول کرتا رہا تھا۔ اور پھر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ حج پر چلا گیا۔ ساتھ میں اس کا صوفی استاد بھی تھا۔ مجھے اس بات سے بہت حیرانی ہوئی۔ میں جان گیا کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔

اس بات کی شکایت میں نے اس صوفی مولوی کے دوسرے کچھ انتہائی قریبی مریدوں سے کی اور انہیں ساری بات بتائی کہ کیسے اس نے دھوکہ دیا۔ تو وہ کہنے لگے: "بتائیں ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے ہیں" حالانکہ اگر یہ لوگ انصاف سے کام لینے والے ہوتے تو اس سے میرا حق دلوا سکتے تھے۔

میں اس ضامن کے مکان پر بار بار آتا جاتا رہا اور کئی چکر لگائے۔ اس کا قالین بافی کا کارخانہ تھا' وہاں بھی گیا۔ اسی دوران مجھے اس آدمی نے کہ جو مولوی کے سامنے رقص کر رہا تھا دیکھ لیا اور جان گیا کہ میں اس کے "پیر بھائی" سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے اس کے ساتھی کے بارے میں پوچھا اور اپنی غرض بھی بتا دی۔ تو بجائے اس کے کہ وہ مجھے اس سے ملوا دیتا یا اس کا اتا پتا بتا دیتا اُلٹا میرے اوپر ناراض ہو گیا اور مجھے گالیاں بکنے لگا۔ میں نے اس کا پیچھا ہی چھوڑ دیا اور رہی میں جان گیا کہ یہ ہے ان صوفیوں کا اخلاق کہ جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے خبردار کیا ہے' فرمایا:

((اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا 'وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا ' اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ' وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ ' وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ ' وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ)) (متفق علیہ)

"جس میں چار خصلتیں مکمل پائی جائیں وہ خالص منافق ہو گا۔ اور جس میں کوئی ایک خصلت ان میں سے پائی جائے گی اس میں گویا نفاق کی ایک خصلت پائی گئی حتیٰ کہ اسے وہ چھوڑ دے (وہ چار خصلتیں یہ ہیں) (۱) وہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے' (۲) وہ جب وعدہ کرے خلاف ورزی کرے' (۳) وہ جب بھی عہد کرے اسے توڑ دے اور (۴) وہ جب بھی جھگڑا کرے گالی گلوچ بکے۔"

مجھے توحید کی سیدھی راہ کیسے نصیب ہوئی؟

جس استاذ صاحب سے میں نے علم الحدیث پڑھا' انہیں میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کا درج ذیل فرمان پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

''تو جب بھی مانگے' اللہ سے مانگ اور جب بھی مدد طلب کرے' اللہ سے ہی مدد طلب کر۔''

اس حدیث پر امام نووی رحمہ اللہ کی شرح نے مجھے حیران کر کے رکھ دیا۔ فرماتے ہیں: ''وہ ضرورت کہ بندہ جس کا سوال کر رہا ہو۔ عام طور پر اسکا پورا کرنا اللہ کی مخلوق کے بس میں نہ ہو' جیسا کہ علم وہدایت کا طلب کرنا' بیماریوں کیلئے شفا مانگنا اور عافیت کا حصول وغیرہ۔ تو ایسی چیزیں صرف اپنے رب سے مانگے۔ اگر اس نے ایسی چیزیں کہ جن کا عطا کرنا مخلوق کے اختیار میں نہ ہو' ان سے مانگ لیں اور ان پر اس ضمن میں اعتماد کر لیا تو یہ قابل مذمت فعل ہوگا۔''

میں نے اپنے استاذ صاحب سے کہا کہ: ''یہ حدیث مبارک اور اس کی شرح' اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد نہ مانگنے کی بہترین دلیل ہیں۔'' تو وہ مجھ سے کہنے لگے: ''کیوں نہیں' بلکہ ایسا کرنا جائز ہے۔'' میں نے پوچھا' جناب! اس پر آپ کی کوئی دلیل؟ تو مولوی صاحب سخت ناراض ہو گئے اور چیخ کر کہنے لگے: ''میری پھوپھی جان نے شیخ سعد مرحوم کو کئی بار مدد کے لئے پکارا ہے۔ (شیخ سعد کسی مسجد میں مدفون ہیں) اور میں جب ان سے پوچھتا ہوں کہ ''پھوپھو! کیا شیخ سعد مرحوم آپ کو کوئی نفع بھی پہنچاتے ہیں؟'' تو وہ کہتی ہیں: ''میں ''انہیں'' پکارتی ہوں اور وہ میری دعا' پکار کو اللہ پر پیش کر کے میری شفاعت کرتے ہیں۔''

میں نے مولوی صاحب سے کہا: "جناب آپ تو عالم آدمی ہیں اور ساری عمر کتابیں پڑھنے پڑھانے میں گزاری ہے۔ کیا آپ اپنا عقیدہ اپنی جاہل پھوپھی سے سیکھتے ہیں؟" بس پھر کیا تھا' مولانا صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور فرمانے لگے: "نکل جاؤ میرے حلقہ درس سے۔ تمہارے پاس تو وہابیوں کی سی سوچ ہے۔ تم عمرے پر جاتے ہو اور وہاں سے وہابیوں کی کتابیں لے آتے ہو؟"

جب کہ مجھے وہابیوں کے متعلق کوئی معلومات نہ تھیں سوائے اس کے کہ مولویوں سے جو سنتے سناتے رہتے تھے۔ وہ ان کے بارے میں بتاتے کہ: وہابی لوگ عامۃ الناس کے مخالف ہیں۔ یہ حضرات اولیاء اور ان کی کرامتوں کو نہیں مانتے۔ اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور بہت سارے الزامات تھے جو وہ ان لوگوں پر لگاتے۔

میں نے اپنے جی میں سوچا اگر وہابی لوگ صرف ایک اللہ سے مدد طلب کرنے پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ صرف ایک اللہ ہی شفا دینے والا ہے۔ تو پھر لگتا ہے کہ یہ لوگ سچے ہوں گے اور میرے اوپر لازم ہے کہ میں ان کی اچھی طرح سے جان پہچان کر لوں۔ چنانچہ اپنے ہی شہر میں لوگوں سے میں نے ان کی جماعت کے متعلق دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ لوگ ہر جمعرات کے دن فلاں جگہ پر اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور وہاں تفسیر' حدیث اور فقہ کا درس ہوتا ہے۔ میں جمعرات کے دن اپنے بچوں اور کچھ پختہ قسم کے نوجوانوں کو اپنے ساتھ وہاں لے گیا۔ ہم ایک بڑے سے ہال نما کمرے میں داخل ہوئے اور بیٹھ کر درس کا انتظار کرنے لگے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک عمر رسیدہ بزرگ داخل ہوئے۔ ہم سب کو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ" کہا' پھر دائیں طرف سے شروع کرتے ہوئے تمام حاضرین سے مصافحہ کیا۔ پھر کرسی پر بیٹھ گئے۔ مگر ان کے لئے کوئی بھی احتراماً و ادباً کھڑا نہ ہوا۔ میں نے اپنے جی میں سوچا' "ماشاء اللہ' شیخ صاحب بزرگ نہایت متواضع آدمی ہیں۔ دیکھئے! اپنے لئے لوگوں کو کھڑا کرنا پسند نہیں فرمایا۔" (یہ پہلی ہی بات مجھے بہت اچھی لگی)۔

اس کے بعد شیخ محترم نے درس کا آغاز خطبہ مسنونہ' اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ ... الخ یہی خطبہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اور اسی سے اپنے دروس کا آغاز

فرماتے۔ پھر شیخ صاحب نے عربی زبان میں گفتگو کرنا شروع کی اور احادیث بیان کرنے لگے۔ ان کے راویوں کے متعلق بتاتے جاتے اور حدیث کی صحت سے متعلق بھی حکم لگاتے جاتے۔ درمیان میں جب بھی نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی آتا' آپؐ پر درود پڑھتے۔ میں ایک کاغذ پر کچھ سوالات لکھ کر لایا تھا۔ درس کے آخر میں وہ کاغذ میں نے شیخ صاحب کو جوابات کے لئے بھجوا دیا۔ تو آپ میرے سوالات کے جوابات قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں دینے لگے۔ حاضرین مجلس میں سے کچھ لوگ شیخ صاحب سے مناقشہ کرنے کی کوشش کرتے مگر وہ خاموش رہتے اور جواب نہ دیتے۔ درس کے آخر میں انہوں نے فرمایا: "بھائیو! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور سلف صالحین کے طریقہ پر چلنے والے سلفی لوگ ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم وہابی ہیں۔ مگر یہ تنابز بالالقاب (برے ناموں سے پکارنا) ہے کہ جس سے ہمارے رب نے منع فرمایا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ﴾ (الحجرات ۴۹/ ۱۱) "اور ایک دوسرے کا برا نام نہ رکھو۔"

اسی طرح بہت پہلے لوگوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اوپر رافضی ہونے کی تہمت لگائی تھی تو انہوں نے جواب میں فرمایا تھا:

اِنْ كَانَ رَفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلْيَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّيْ رَافِضِيٌّ

"اگر محمد ﷺ کی آل سے محبت رافضی ہونا ہے تو انس و جن گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔"

اس طرح سے جو ہمیں "وہابیت" کے ساتھ متہم کرتا ہے اسے ہم ایک شاعر کے شعر سے یوں جواب دیں گے:

اِنْ كَانَ تَابِعُ اَحْمَدٍ مُتَوَهِّبًا فَاَنَا الْمُقِرُّ بِاَنَّنِي وَهَّابِيٌّ

"اگر احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تابع و فانبردار ہونا وہابی بنا دیتا ہے تو میں اس بات کا برملا اقرار کرتا ہوں کہ میں وہابی ہوں۔"

جب ہم درس سے فارغ ہو کر نکلے تو کچھ نوجوان' شیخ محترم کے علم و تواضع (عاجزی و انکساری) سے بہت متاثر نظر آئے۔ ان میں سے ایک یہ کہہ رہا تھا: "واقعتاً جناب! یہ ہیں لوگ دین کے اصل خدمت گزار اور صاحب علم حضرات۔"

وہابی کا معنی کیا ہے؟

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے 'توحید کے دشمن' موحد آدمی پر "وہابی" کا لقب چسپاں کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اس الزام میں سچے ہوتے تو شیخ محترم کے اپنے نام کی طرف منسوب کرتے ہوئے انہیں 'موحدین کو "محمدی" کہنا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ شیخ صاحب کا اپنا نام محمد تھا عبدالوہاب ان کے باپ کا نام تھا 'مگر ان بیوقوفوں نے وہابی کہنا شروع کر دیا اور ان جاہلوں کو معلوم ہی نہیں کہ "وہاب" تو اللہ رب العالمین کی صفت اور اس کا ایک پیارا نام ہے۔ حاسدین نے شان کم کرنے کی بجائے اور بڑھا دی۔ کیونکہ بیچارے "محمدی" کہتے تو "وہابی" کی نسبت شان کم رہتی۔ اس لئے کہ بہر طور خالق کی طرف نسبت کرنا مخلوق کی طرف نسبت کرنے سے زیادہ افضل ہے۔ جب کہ صوفی کی نسبت اونی کپڑے والوں کی جماعت کی طرف ہوتی ہے۔ تو افضل کون ہوا؟ صوفی (اونی لباس والوں کا ساتھی) یا وہابی؟ بلاشبہ وہابی کی نسبت تو "وہاب" کی طرف ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے کہ جس نے توحید کی سمجھ اور توفیق عطا کر رکھی ہے۔ پھر اس کی طرف دعوت دینا بھی اپنے فضل کے ساتھ ممکن بنا دیا ہے۔ فللّٰہِ الحمد

ایک صوفی عالم کے ساتھ مناقشہ

جس استاذ صاحب سے میں پڑھا کرتا تھا وہ ایک صوفی صاحب تھے اور جب انہیں اس بات کی خبر ملی کہ میں سلفی حضرات کے پاس جانے لگا ہوں اور یہ کہ میں نے شیخ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کا باقاعدہ حدیث کا درس سننا شروع کر دیا ہے تو وہ مجھ پر بہت سخت ناراض ہوئے۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اب میں ان کے عقیدہ صوفیہ سے نکل جاؤں گا اور انہیں چھوڑ دوں گا۔

کچھ مدت کے بعد مسجد کے ہمسایوں میں سے ایک شخص ہمارے پاس آیا۔ مغرب کے درس کے بعد بیان کرنے لگا اس نے صوفیوں کے کسی استاد کے درس میں یہ بات سنی' صوفی صاحب بیان کر رہے تھے کہ: "ان کے کسی شاگرد کی بیوی کو درد زہ نے بہت پریشان کیا۔ اس نے اپنے مرشد کے نام کی دہائی دی تو بیوی کو آسانی سے بچہ پیدا ہو گیا۔" ہمارے استاد صاحب اس سے کہنے لگے: "یہ تو سرا سر شرک ہے' تکلیفیں تو صرف ایک اللہ ہی دور کرتا ہے۔ وہ ساتھی کہنے لگا: "یہی بات میں نے اس صوفی سے کہی تھی تو وہ مجھ سے کہنے لگا: "چل ادئے چپ کر! تجھے کیا معلوم کہ شرک کیا ہوتا ہے؟ تو تو ایک لوہار ہے اور اور ہم معرفت والے لوگ ہیں۔ ہمیں علم ہے کہ توحید کیا ہے اور شرک کیا۔ ہم تجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔" پھر وہ صوفی صاحب اپنے کمرے میں گئے اور امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب "الاذکار للنووی" لے آئے۔ اس میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ پڑھنے لگے۔ ایک بار ان کا پاؤں سن ہو گیا تو وہ بے ساختہ پکار اٹھے' یا محمد!.... تو بتایئے کیا انہوں نے شرک کیا تھا؟[1] میں نے صوفی صاحب سے کہا:

---

[1] مشکل و مصیبت کے وقت خالص اللہ کو پکارنے کی بجائے اپنے معبودوں اور بتوں کی دھائی دینا ان کو پکارنا اور ان کا وسیلہ پکڑنا یہ اسلام سے قبل مشرکین کا طریقہ تھا لیکن رسول اللہ نے قرآن کے ذریعہ غیراللہ کو ⬅

⟵ پکارنا شرک قرار دے کر اس سے منع کر دیا۔ ایک عرصہ بعد جب عیسائیت سے رہبانیت اور تصوف کے جراثیم مسلمانوں میں داخل ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بجائے اپنے پیروں مشائخ سے وہی نفع نقصان کے عقائد وابستہ کر لئے جو مشرکین عرب کا خاصہ تھے۔ لہٰذا انہوں نے اللہ رب العزت کے علاوہ اپنے پیروں کو پکارنے کے حق میں کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ خان صاحب نے بھی "ندائے یارسول اللہ پر الاستعانۃ والتوسل" لکھ ماری۔ جس میں ثابت کیا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو مصیبت کے وقت یااللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے ایسے ہی مخلوق کو بھی توسل کے لئے پکارنا چاہیے۔ دیوبند مکتبہ فکر جو کہ توحید کے قریب سمجھا جاتا تھا وہ بھی پیچھے نہ رہا' اس نے بھی تصوف کے پرخار راستے پر چلتے ہوئے ایسی ہی روش کا عملی ثبوت فراہم کر دیا۔ چنانچہ مولانا ذکریا نے فضائل درود ص ۱۱۱ پر یہ لکھ کر اس مسئلہ کی تعلیم دی کہ صوفی شبلی کہ جس کو علمائے بغداد پاگل سمجھتے تھے کو خواب میں دیکھا گیا کہ رسول اللہ اس کے لئے کھڑے ہوئے اور اسے بوسہ دیا! یہ فضیلت کیوں تھی؟ اس لئے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ وَسَلَّمَ یَا مُحَمَّدُ پڑھتا تھا (ملخصاً) غیراللہ کو حاضر ناظر جان کر اس کو ندا "یا" سے پکارنا وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ اس کی جھلک دیکھنی ہو تو مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کے قصائد قاسمی کے صفحہ نمبر ۵'۷'۸ پڑھے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب سے جب پوچھا گیا کہ ان (شرکیہ) اشعار کا ورد کیسا ہے؟

یَا رَسُوْلَ اللّٰہ اُنْظُر حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہ اِسمعَ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِی بَحرِ هَمٍّ مُغرَقٌ
خُذ یَدِی سَهِل لَنَا اِشکَالَنَا

اور قصیدہ بردہ کا (شرک سے آلودہ) یہ شعر:

یَا اَکرَمَ الخُلقِ مَالِی مَن اَلوَذبَهٖ
سِوَاكَ عِندَ حَلُولَ الْحَادِثِ العَمَمِ

اس کے جواب میں انہوں نے لکھا:

"ایسے کلمات کو نظم یا نثر ورد کرنا مکروہ تنزیہی ہے کفر و فسق نہیں ہے۔" (رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ (محمد سعید اینڈ سنز کراچی) ص ۶۹)

جناب اشرف علی تھانوی صاحب بھی اسی مسلک کے پیروکار بن گئے حوالہ کے لئے دیکھئے تذکرۃ الرشید (مکتبہ بحرالعلوم کراچی) ج ۱ ص ۱۱۳ اور ضمان التکمیل فی زمان التعجیل (مطبع مجتبائی دہلی) ص ۱۷۶) ⟵

صوفی صاحب سے کہا: "جناب! یہ حدیث ضعیف ہے۔" صوفی صاحب آپے سے باہر ہو گئے اور غصے سے چیختے ہوئے کہنے لگے: "اوئے! تمہیں کیا معلوم کہ صحیح کیا ہوتی ہے اور ضعیف کیا؟ ہم عالم لوگ ہیں ہم ہی اس کی معرفت رکھتے ہیں۔"

کہنے لگا میں وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ صوفی صاحب حاضرین میں سے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: "اگر یہ آدمی دوبارہ میرے پاس آیا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔" پھر ہم سلفی بھائیوں کی مسجد سے باہر آئے تو وہ کہنے لگا کہ: "اپنے بیٹے کو میرے ہمراہ بھیجو میں آپ کو "الاذکار للنووی" دکھانا چاہتا ہوں۔" میں نے بچے کو ساتھ کر دیا۔ بیٹا کتاب لایا تو میں نے دیکھا کہ اس پر فضیلۃ الشیخ عبدالقادر الارناؤوط کی تحقیق تھی اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والے واقعہ کو ضعیف کہا تھا۔

دوسرے دن یہ کتاب لے کر میرا بیٹا اس صوفی کے پاس گیا اور اسے دکھایا کہ یہ قصہ صحیح نہیں ہے۔ روایت ضعیف ہے۔ مگر اس نے اپنی غلطی کا اعتراف نہ کیا۔ بلکہ کہنے لگا کہ: "فضائل اعمال میں سے ضعیف روایتوں کو لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔" میں نے کہا: "یہ حدیث فضائل اعمال میں ہرگز شمار نہیں ہوتی جیسا کہ اس صوفی کا گمان ہے بلکہ یہ عقیدے میں آتی ہے کہ جس میں کسی بھی ضعیف روایت کو لینا ہرگز درست نہیں۔

اور یہ بھی یاد رکھیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ جیسے عظیم محدثین فضائل اعمال میں بھی ضعیف روایات کو نہیں لیتے۔ متاخرین میں سے بھی جن ائمہ کرام نے اعمال میں ضعیف روایات کا جواز نکالا ہے انہوں نے بھی اس کے لئے کچھ کڑی شرطیں لگائی ہیں۔ یہ قصہ تو حدیث ہے بھی نہیں، فقط ایک اثر ہے اور وہ بھی فضائل اعمال میں نہیں بلکہ عقیدے کی بنیادی باتوں

◄ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فیصلہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

الصلوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ بصیغہ خطاب (حاضر) میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں (کہ "یا" کے حرف سے غیراللہ کو دور سے پکارنا شرک ہے) یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے له الخلق والامر عالم امر مقید بجہت و طرف و قرب وبعد وغیرہ نہیں۔ پس اس (ندائے غائبانہ) کے جواز میں شک نہیں۔" (فیصلہ ہفت مسئلہ مصنفہ حاجی امداللہ صاحب ص /۱۱)

کے بارے میں ہے۔

اگلے دن ہم اس صوفی سے بات کرنے کے لئے اس' کی مسجد میں گئے۔ صوفی صاحب نے ہمیں دیکھ لیا۔ نماز کا سلام پھیرتے ہی وہاں سے ہوا ہو گئے درس کے لئے بھی نہ رکے۔

میرے صوفی استاذ صاحب نے مجھے اس بات پر قائل کرنے کی بہت کوشش کی کہ "وسیلہ" جیسے معاملات میں غیراللہ کی مدد طلب کرنا جائز ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے مجھے کچھ کتابیں مطالعہ کے لئے دینا شروع کر دیں۔ ان میں سے: زاھد الکوثری کی "محق التقول فی مسألة التوسل" بھی تھی۔ اس میں میں نے پڑھا کہ مصنف نے غیراللہ کی مدد مانگنے کو جائز قرار دیا ہے۔ درج ذیل حدیث بیان کرنے کے بعد الکوثری کہتا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

"تو جب بھی مانگے اللہ سے مانگ اور تو جب بھی مدد طلب کرے صرف اللہ ہی کی مدد مانگ۔"

حالانکہ اس حدیث کو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاربعین" میں ۱۹ ویں نمبر پر درج کیا ہے۔ اسی حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے کہ اور اس کی سند کے متعلق حکم لگایا ہے کہ "حسن صحیح" ہے۔ امام نوویؒ نے امام ترمذیؒ کے اس حکم پر مکمل اعتماد کیا ہے اور اس طرح دیگر علماء حدیث نے بھی۔ میں نے کوثری کے اس تبصرے پر بڑا ہی تعجب کیا اور یہ بات سمجھ آئی کہ مندرجہ بالا فرمان رسولؐ چونکہ اس کے عقیدے کو پاش پاش کرتا ہے اس لئے اس نے اسکی سند کو ہی ضعیف قرار دے دیا۔ اس کی اس خیانت و خباثت سے مجھے بہت دکھ ہوا اور اس سے نفرت ہو گئی۔ مقابلتاً سلفی بھائیوں سے اس چیز نے میری محبت میں اضافہ کر دیا۔ اس طرح ان کے سچے اور سچے سلفی عقیدے کے ساتھ اس حدیث نے بھی مجھے پختگی بخشی اور درج ذیل آیت نے بھی۔ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۰۶)

"اور (اے رسول) اللہ کو چھوڑ کر کسی اور ہستی (یا چیز) کو نہ پکارنا کہ جو نہ آپ کو کچھ نفع دے سکے اور نہ نقصان۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ بھی ظالموں میں شامل ہو جائیں گے۔"

جب میرے صوفی استاد صاحب نے دیکھا کہ جو کتابیں انہوں نے مجھے مطالعہ کے لئے دی تھیں ان سے میں قائل نہیں ہو سکا تو انہوں نے مجھ سے میل ملاپ ہی چھوڑ دیا اور میرے بارے میں مشہور کر دیا کہ میں وہابی ہو گیا ہوں' لوگ مجھ سے بچ کر رہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا' لوگوں نے تو ہمارے ہادی و مرشد' رہبرو راہنما' محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق بہت زیادہ سخت قسم کے الفاظ کہہ دیئے' جادوگر اور پاگل تک پکارنے لگے تھے' ہم تو چیز ہی کوئی نہیں۔ اس لئے لوگوں کی پراوہ نہیں کرنی چاہئے۔ انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ پر رافضی ہونے کی تہمت لگا دی تھی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور جب اس طرح کے جاہل لوگوں نے ایک موحد آدمی پر وہابی ہونے کی تہمت دھری تو اس نے کیا خوب جواب دیا تھا' کہا:

إِنْ كَانَ تَابِعُ أَحْمَدٍ مُتَوَهِّبًا
فَأَنَا الْمُقِرُّ بِأَنَّنِي وَهَّابِي

"اگر احمد مجتبیٰ علی الصلوۃ والسلام کا مطیع ہونا وہابی بنا دیتا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں وہابی ہوں۔"

أَنْفِي الشَّرِيْكَ عَنِ الْإِلٰهِ فَلَيْسَ لِيْ
رَبٌّ سِوَى الْمُتَفَرِّدِ الْوَهَّابِ

"میں الہ العالمین کے شریک کا انکار کرتا ہوں۔ میرا عطا کرنے والے' صرف اور صرف ایک کے سوا کوئی اور رب نہیں۔"

لَا قُبَّةٌ تُرْجٰى، وَلَا وَثَنٌ وَلَا
قَبْرٌ لَهٗ سَبَبٌ مِنَ الْأَسْبَابِ

"کوئی ایسا گنبد نہیں کہ جس کی مدد سے امید کی جا سکے۔ نہ کوئی قبر ایسی ہے اور نہ ہی کوئی بت

کہ جو مسبب الاسباب بن سکے۔"

میں اللہ رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں کہ جس نے مجھے سلف صالحین کے سچے' پختہ عقیدہ اور توحید خالص کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اس کے بعد میں نے توحید پر لوگوں کے درمیان دعوت کا کام شروع کر دیا اور اس کی اشاعت کرنے لگا۔ جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے اور آپ کے صحابہ کرام نے تیرہ سالہ مکی دور میں اسی عقیدہ توحید کی خاطر تکلیفیں برداشت کیں اور صبر سے کام لیا۔ اللہ نے ان کی مشقت میں برکت ڈالی اور توحید چاروں اطراف میں پھیلتی چلی گئی۔ اللہ کے فضل سے ایک عرصہ کے بعد عقیدہ توحید کی بنیاد پر ایک مضبوط حکومت دنیا میں قائم ہو گئی۔ والحمد للّٰہ علی ذالك المنة

توحید کے متعلق صوفیوں کا موقف

(۱) چار صفحات پر مشتمل میں نے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، اِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے رسول ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں تو جب بھی مانگے اللہ سے مانگ اور تو جب بھی مدد طلب کرے صرف اللہ سے ہی مدد مانگ۔"

ان کلمات کے معانی کی تشریح بھی میں نے کر دی اور حدیث مذکور میں امام نووی رحمہ اللہ کی شرح سے بھی استشہاد کر لیا۔ ان کے علاوہ دعوت الی اللہ کا کام کرنے والے دیگر علماء کرام کے اقوال بھی نقل کر دیے۔ تاکہ صوفی یہ نہ کہیں کہ پمفلٹ وہابیوں کا ہے' شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتاب "الفتح الربانی" سے اس ضمن میں ان کی بات بھی درج کر دی۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ ہی سے مانگو اُس کے علاوہ کسی اور سے نہ مانگو۔ اللہ ہی کی مدد طلب کرو کسی اور سے مدد نہ مانگو۔ تیری بربادی ہو' تُو کل کس منہ سے اپنے رب کو ملے گا؟ جب کہ تو دنیا میں اس سے جھگڑا کرتا ہے' اس سے منہ موڑتا ہے۔ اس کے ساتھ شرک کرتے ہوئے اس کی مخلوق کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ان کے سامنے اپنی حاجات کو پیش کرتا ہے۔ اپنی مہمات میں ان پر تکیہ کرتا ہے۔ اپنے اور اللہ کریم کے درمیان ان واسطوں وسیلوں کو اٹھالو۔ تمہارا ان وسیلوں پر قائم رہنا نفس کی پوجا ہے۔ نہ کوئی اللہ ذوالجلال کے سوا حکم ہے اور نہ کوئی بادشاہ' نہ کوئی غنی ہے اور نہ کوئی عزت' وقار والا۔ یہی حق ہے' مخلوق کو چھوڑ اور حق کے ساتھ ہو جا۔"

یہ اس پمفلٹ کا خلاصہ ہے کہ جس کے چار صفحات تھے۔ نشرواشاعت کی منسٹری نے

اسے چھاپنے کی اجازت بھی دے دی۔ میں نے اس کے تیس ہزار نسخے پرنٹ کروائے۔ میرے بیٹے نے اس کے تھوڑے ہی نسخے تقسیم کیے تھے کہ اس نے ایک صوفی کو یہ کہتے ہوئے سنا "یہ تو وہابی پمفلٹ ہے" اسی طرح ایک نسخہ شہر کے سب سے بڑے صوفی کے پاس پہنچا تو اس نے اس کی سختی سے تردید کر دی اور مجھے ملنے کے لئے اپنے گھر میں بلوا بھیجا۔ یہ صوفی میرے ساتھ حلب میں مدرسہ خسرویہ کے اندر پڑھتا رہا تھا۔ اب یہ مدرسہ شرعی ہائی سکول بن گیا ہے۔ میں اس کے گھر پہنچا اور جب دروازہ کی گھنٹی بجائی تو ایک بچی باہر نکلی۔ میں نے اس سے کہا: "بیٹے! اندر جا کر بتاؤ کہ محمد زینو آیا ہے۔" وہ اندر جا کر باہر دروازے پر آئی اور کہنے لگی: "ابو کہتے ہیں کہ میں سکول آ رہا ہوں' آپ وہاں میرا انتظار کریں۔" میں اس کے گھر سے متصل ایک دکان میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ گھر سے باہر آیا تو میں اسے آن ملا اور پوچھا: "صوفی صاحب! آپ نے مجھے کس لئے بلوایا تھا؟" وہ کہنے لگا: "آپ اس پمفلٹ کی تقسیم روک دیں۔" میں نے کہا: کس لئے؟ وہ کہنے لگا: "ہم اسے پسند نہیں کرتے۔" اتنی دیر میں سکول آ گیا۔ میں نے کہا: "میں آپ کے ساتھ اندر سکول میں بیٹھ جاتا ہوں اور پورا پمفلٹ آپ کو پڑھ کر سنا دیتا ہوں جو غلطی ہو اس کی آپ نشاندہی کر دیں۔" وہ کہنے لگا: "اس کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔" میں نے کہا: "آپ ہی بتائیے! میں نے یہ پمفلٹ تیس ہزار کی تعداد میں چھاپا ہے اور اس پر مال بھی خرچ ہوا ہے۔ کیا ہم اسے ضائع کر دیں؟" وہ کہنے لگا: "ہاں اسے جلا دو۔" میں نے کہا: "ہرگز نہیں جلاؤں گا کیونکہ اس میں قرآنی آیات اور صحیح احادیث ہیں۔ اگر کوئی خلاف شرع بات ہے تو دلیل پیش کرو ورنہ اپنے منہ کو بند رکھو۔" اتنا کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر میں نے اپنے جی میں سوچا کہ شہر میں ایسے ہی کم علم جاہل صوفیوں کا زور ہے ایسا نہ ہو کہ میرے لئے کوئی مشکل کھڑی ہو جائے۔ لہٰذا کسی عالم آدمی سے مشورہ کر کے تائید حاصل کرنی چاہیے تاکہ رکاوٹ بھی دور ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ چنانچہ فقہ حنفی میں اپنے استاد الشیخ شیخ / محمد السلقینی کے پاس میں یہ پمفلٹ لے کر چلا گیا اور انہیں ساری عبارت لفظ بلفظ پڑھ کر سنائی اور اس صوفی کا رویہ بھی بیان کیا۔ یہ بھی بتایا کہ اس نے مجھ سے اسے جلا دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ تو وہ

فرمانے لگے کہ: ''نہیں بھائی ایسا نہ کریں' اسے ہرگز نہ جلائیں۔ اس میں قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ ہیں۔ خلاف شرع بات بھی کوئی نہیں۔ انہوں نے مجھے لکھ کر بھی دے دیا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور وعدہ کیا کہ اسے احتیاط سے پورے شہر میں تقسیم کروا دوں گا۔

اور پھر کچھ دنوں کے بعد میں نے اسے تقسیم کروا دیا۔ اس پمفلٹ سے نوجوانوں میں کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے دمشق میں مکتبہ الوتار کے ذریعے چھپوا کر وہاں بھی اسے تقسیم کروایا۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے میری محنت قبول فرمائی۔ پھر میں نے اس کی عام اجازت دے دی کہ جو چاہے چھپوا کر تقسیم کروائے تاکہ اس کی منفعت عام ہو جائے۔ مجھے اللہ ذوالجلال کا یہ فرمان برمحل یاد آیا' اللہ فرماتے ہیں:

﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ ﴾ (التوبہ ۹/ ۳۱-۳۲)

''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (دین اسلام) کو اپنے مونہوں سے (پھونکیں مار مار کر) بجھا دیں جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے (غالب کر کے) ہی رہے گا' اگرچہ کافروں کو (کتنا ہی) برا کیوں نہ لگے۔ اللہ وہ ذات ہے کہ جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دے (اور اللہ ایسا کر کے رہے گا) خواہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔''

پھر میں نے اس پمفلٹ کو اپنی کتاب ''منہاج الفرقۃ الناجیۃ'' میں شامل کر دیا۔ جو بھائی اس کی مکمل عبارت سے آگاہ ہونا چاہتا ہو وہ اس کتاب کا مطالعہ کر لے۔

۲ ایک صوفی عالم نے مجھے سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے مشہور و معروف قصے والی کتاب ہدیہ کے طور پر بھیجی۔ جب اس نے اس کتاب کو نئے سرے سے چھاپنے کا ارادہ کیا تو میں نے اسے نصیحت کی کہ وہ اس ضمن میں علماء کرام کی آراء پر نظر ثانی کر لے کیونکہ اس قصے کی سند بہت ہی کمزور اور واقعہ میں مبالغہ آرائی ہے۔ بالخصوص اسے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''الاصابہ فی درایۃ الصحابہ'' کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ انہوں نے اس قصے کی عدم صحت

کے متعلق متنبہ کیا ہے۔ مگر صوفی صاحب نے میری نصیحت کو قبول نہ کیا۔ مجھے کہنے لگا: ”آپ بڑے چست، چالاک اور ذہین آدمی ہیں۔ چھوڑیئے ان مسائل کو۔“ (یہ بات گویا اس نے ٹھٹھہ میں اور حقارت کے انداز سے کہی) میں نے کہا: ”اللہ کے بندے! اس میں فطانت و ذہانت والی کون سی بات ہے؟ جو بات حق ہو اسے قبول کرنا چاہئے اور جو غلط ہو اسے ترک کر دینے میں خیر ہے۔ آیئے میں آپ کو توحید کی بات بتاؤں۔ وہی بات کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے عم زاد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بتایا اور سکھایا تھا کہ جب وہ ابھی لڑکپن میں تھے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ: ”يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ”لڑکے! اللہ کا دھیان رکھ وہ تیرا دھیان رکھے گا۔ اللہ کا دھیان رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور تو جب سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب بھی مدد مانگے تو اللہ ہی سے مدد مانگ۔“ (اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حسن صحیح حدیث ہے)

ترمذی میں حدیث کے باقی حصے کا ترجمہ یوں ہے: ”اور جان لے کہ اگر ساری امت کے لوگ اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکے تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا پائیں گے، مگر جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سارے اس بات پر جمع ہو جائیں کہ تجھے کوئی نقصان پہنچائیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر جو اللہ نے تم پر لکھ دیا ہے۔ ان تمام باتوں سے متعلق اللہ کے قلم لکھ کر خشک ہو گئے اور تقدیر کے دفتر لپیٹ دیئے گئے۔“

مگر اس صوفی آدمی نے پوری ڈھٹائی، بے شرمی اور سوء ادب کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے اس صحیح سند کے ساتھ مروی فرمان مبارک کو رد کر دیا اور کہنے لگا کہ: ”ہاں ہاں! ہم

غیراللہ سے مانگتے ہیں اور مدد طلب کرتے ہی رہیں گے۔" گویا اس بدبخت آدمی نے اللہ ذوالجلال کے اس فرمان کی بھی بالصراحت نافرمانی کر ڈالی۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾ ﴾ (یونس ۱۰/ ۱۰۶۔۱۰۷)

"(اے رسول) اللہ کے علاوہ کسی ہستی کو نہ پکارنا کہ جو نہ تمہارا بھلا کر سکے اور نہ ہی کچھ بگاڑ سکے۔ اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور اگر اللہ ذوالجلال تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں' اور اگر تم سے بھلائی کرنا چاہئے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے (اور جسے چاہتا ہے' نہیں پہنچاتا) وہ بہت بڑا بخشنہار اور نہایت مہربان ہے۔"

پھر تھوڑے ہی سال گزرے تھے کہ اس غیراللہ کی مدد مانگنے والے صوفی کے بیٹے نے کسی کو قتل کر دیا اور اسے جیل میں ڈال دیا گیا۔ صوفی نے اپنا بستر بوریا گول کیا اور کسی دوسرے شہر چلا گیا۔ اس موقع پر کوئی اس کی مدد نہ کر سکا۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ کئی سالوں بعد میری اس سے ملاقات مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں ہو گئی۔ میں نے گمان کیا کہ شاید یہ سیدھی راہ پر آگیا ہو۔ اس نے توبہ کر لی ہو۔ بدعات و خرافات اور شرک کا راستہ چھوڑ کر اس نے توحید کو اپنا لیا ہو۔ ایک اللہ ہی سے مدد و حمایت اور اپنے گناہوں پر پردے کا خواستگار ہوا ہو۔ اسی امید سے میں نے اس کے ساتھ گفت و شنید شروع کر دی۔ دلاسا دیتے ہوئے میں نے کہا: ان شاء اللہ ہم عنقریب اپنے وطن پلٹیں گے۔ اللہ ہم سے ان مصائب کو دور کر چکا ہو گا۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم خالصتاً ایک اللہ کی طرف متوجہ ہوں (یہ گھر۔۔۔ بیت اللہ العتیق ۔۔۔ صرف اسی کی طرف توجہ کی دعوت دیتا ہے) چاہئے کہ ہم صرف اللہ سے ہی مدد اور تائید کا سوال کریں کیونکہ وہ اکیلا ہی اس بات پر قادر ہے۔ میں نے پوچھا: "کیا خیال ہے آپ کا؟"

تو وہ بدنصیب صوفی کہنے لگا: "اس استعانت واستغاثے والے مسئلہ میں اختلاف ہے۔" میں نے کہا: "اللہ کے بندے توحید میں کون سا اختلاف ہے؟ تو امام مسجد ہے اور روزانہ دسیوں بار اپنی نماز میں کہتا ہے: ﴿ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ اے اللہ! ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔" پھر بھی تجھے سمجھ نہیں آئی۔"

مگر اس نقشبندی ملاں پر قرآن وسنت سے پُر میری نصیحت نے کوئی اثر نہ کیا' وہ بیت اللہ پہنچ کر بھی مشرک کا مشرک ہی رہا۔[1] بلکہ اس نے اپنی جہالت پر اصرار کیا اور مجھ سے جھگڑا کرنے لگا۔ مسئلہ توحید کو کہ جو دین اسلام کی اصل بنیاد ہے اسے اختلافی مسئلہ بیان کرنے لگا تاکہ وہ اپنے غلط موقف کو سچ ثابت کر سکے۔

مجھے اس موقع پر مشرکین مکہ ایسے لوگوں سے بہتر نظر آئے جب کہ وہ اپنی مشرکانہ ضد کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ سے لڑائیاں کیا کرتے تھے۔ وہ آسانیوں کے مواقع پر تو اپنے ولیوں کو پکارا کرتے تھے مگر جب وہ سخت آزمائش اور مصیبت میں پھنس جاتے تو صرف ایک اللہ کو ہی پکارتے اور اسی سے سوال کرتے۔ اللہ نے ان کے بارے میں یوں ذکر فرمایا ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ حَتَّىٰٓ إِذَا كُنتُمْ فِي ٱلْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ

---

[1] مشہور کالم نگار عبدالقادر حسن نے چند ماہ قبل اپنے اخباری کالم بعنوان "درباری حج" میں عجیب واقعہ لکھا جو کہ شرک کی گندگی سے آلودہ ذہنوں کی نشاندہی کرتا ہے کہ جن کو بیت اللہ میں جا کر بھی توحید کی معطر فضائیں راس نہیں آتیں اور شرک کی باد سموم کے جھونکوں کہ جو ان کے خرمن ایمان کو جلا ڈالتے ہیں کی خواہش کرتے ہیں۔ موصوف نے اپنے کالم میں نشاندہی کی کہ ایک عورت حج کے لئے پاکستان سے جب بیت اللہ میں پہنچ گئی تو ایک دن اس کے سر میں درد ہوا (وہ بیمار ہوئی) تو اس نے پاکستان میں اپنے خاندان والوں کو فون کیا کہ میں بیت اللہ میں پہنچ چکی ہوں بیمار ہوں آرام نہیں آ رہا لہٰذا تم فوراً داتا دربار جاؤ اور اس تکلیف کے دور کرنے کے لئے دعا کرو!! اب اس عورت کی بدنصیبی نہیں تو اور کیا کہ وہ بیت اللہ میں پہنچ کر بھی مشرک کی مشرک ہی رہی' اللہ کا دربار کہ جس کے دیدار کے لئے پوری دنیا مرغ بسمل کی طرح تڑپتی ہے اور اپنی دعاؤں کی یقینی قبولیت کے لیے وہاں پہنچتی ہے کو چھوڑ کر مخلوق کے درباروں پر ماتھا ٹیکنے کے لئے دوڑ دھوپ کر رہی ہے۔

طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾﴾ (یونس ۱۰/ ۲۲)

''اے رسول! آپ کہہ دیجئے یہ جو تم نے اللہ واحد کے شریک بنا رکھے ہیں یہ تمہارے مشکل کشا نہیں ہیں' مشکل کشا تو اللہ ہی کی ذات ہے جو تمہیں خشکی اور سمندروں' دریاؤں میں چلنے پھرنے اور سیر کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ (اس وقت بھی وہی تمہاری دستگیری کرتا ہے) جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں خوشگوار ہوا کے جھونکوں سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور سوار خوشگوار ہواؤں میں مگن ہو جاتے ہیں تو اچانک طوفانی زناٹے کی ہوا ان کشتیوں سے ٹکرانے لگتی ہے اور سمندر کی موجیں ہر طرف سے سواروں کو جھولے دینے لگتی ہیں تب انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ لہروں میں گھر گئے ہیں (اور اب بچنے کی کوئی بھی صورت باقی نہیں رہی تو) وہ اللہ واحد کی عبادت کرتے ہوئے اسی سے دعائیں مانگنے لگتے ہیں (صرف اللہ ہی کو پکارتے ہوئے اس طرح کہتے کہ اے اللہ) اگر تو نے ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دے دی تو پھر ہم ضرور تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ (تیرے دین (اسلام) پر چلیں گے نہ شرک کریں گے اور نہ تیرے احکام سے روگردانی کریں گے)۔

اسی طرح اللہ نے ایک اور مقام پر مشرکین کی حالت یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ۝﴾ (النحل ۱۰/ ۵۳)

''پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اے مشرکو! اسی کے آگے چلاتے ہو۔'' (فریاد کرتے ہو)

﴿۳﴾ ایک دفعہ میں کسی بڑے ہی معروف صوفی کے پاس آیا کہ جس کے بے شمار مرید اور شاگرد تھے۔ یہ صوفی صاحب ایک بڑی جامع مسجد کے خطیب و امام بھی تھے۔ میں نے ان کے ساتھ دعا سے متعلق بات چیت شروع کر دی۔ دعا ایک عبادت بھی ہے کہ جو اللہ کے سوا کسی

اور کے لئے نہیں ہو سکتی۔ اس پر میں نے قرآن حکیم کی درج ذیل دلیل پیش کی:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ ﴾ (الإسراء ١٧/ ٥٦۔٥٧)

"(اے رسول) آپ مشرکین سے کہئے کہ اللہ واحد کے علاوہ جن جن کے متعلق تمہارا دعویٰ ہے (کہ وہ تمہارے مشکل کشا ہیں) ان کو (اپنی مشکل دور کرنے کے لئے) پکارو تو سہی لیکن (وہ تم سے کیا تکلیف دور کریں گے) وہ تم سے تکلیف دور کرنے یا اس کو بدل دینے کا مطلق اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہیں وہ تو خود (اس کوشش میں) لگے رہتے ہیں کہ ان میں سے کون اللہ کے اور زیادہ قریب ہو سکتا ہے۔ وہ ایسے عمل کے متلاشی رہتے ہیں جو ان کو ان کے رب سے اور زیادہ قریب کر دے۔ اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ (اے رسول) بے شک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے ہی کی چیز ہے۔"

میں نے پوچھا: "صوفی صاحب! ذرا یہ بتائیے کہ یہاں جن لوگوں کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے: "وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں۔" ان سے کون لوگ مراد ہیں؟" تو کہنے لگے: "ان سے مراد بت ہیں۔" میں نے کہا: "صوفی صاحب! ان سے مراد اولیاء اللہ اور صالحین ہیں۔" کہنے لگے: "ہم تفسیر ابن کثیر دیکھ لیتے ہیں۔ بھلا وہاں کون لوگ مراد لئے گئے ہیں؟" میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔" وہ اپنی لائبریری سے تفسیر نکال لائے۔ دیکھا تو وہاں بہت سارے اقوال نقل کئے گئے تھے کہ جن میں سب سے زیادہ صحیح بخاری شریف کی ایک روایت تھی۔ "جنوں میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کی عبادت و پوجا کی جاتی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ: انسانوں میں سے کچھ لوگ، جنوں کے بعض لوگوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے اور پھر جب انہوں نے قرآن سنا تو یہی جن مسلمان ہو گئے۔ ان لوگوں نے اہل

اسلام کے دین کو مضبوطی سے تھام لیا اور اس پر عمل کرنے لگے۔" ان ایمان والے جنوں اور انسانوں کا اللہ نے یہاں تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ تو خود اپنے رب کے ہاں نیک اعمال کے ساتھ ذریعہ تقرب تلاش کرتے رہتے ہیں۔

صوفی صاحب مان گئے اور کہنے لگے: "بھئی! واقعی آپ نے حق بات کہی ہے۔ ان کے اس اعتراف سے میں بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد میں بار بار ان کے پاس آنے لگا اور ان کے کمرے میں بیٹھ کر کئی مسائل پر کئی بار گفت و شنید ہوئی۔ مگر ایک دفعہ میں ان کی بات سے چونک پڑا اور حیران ہو کر رہ گیا۔ صوفی صاحب موصوف حاضرین مجلس سے کہنے لگے: "وہابی نصف کافر ہیں اور اس لئے کہ وہ روحوں پر ایمان نہیں رکھتے۔" میں نے جی میں سوچا' یہ صوفی حق کا اعتراف کرتے ہوئے بھی مرتد ہو گیا ہے۔ اسے اپنے عہد اور منصب پر ڈر پیدا ہو گیا کہ کہیں حق بیان کرنے سے چھن نہ جائے اس لئے اس نے وہابیوں کے خلاف فتوے دینے شروع کر دیے ہیں۔ جب کہ یہ سلفی گروہ کہ جنہیں لوگوں نے وہابیوں کے نام سے مشہور کر رکھا ہے۔ ارواح پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں ان کا انکار ہرگز نہیں کرتے کیونکہ روح کا وجود قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ مگر ان کے تصرف کا انکار کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے کاموں میں کہیں مددگار بنالیا ہو؟ ایسا کہیں ذکر نہیں ہوا اور یہی عقیدے کا فساد ہے۔ صوفی اور بدعتی و مشرک لوگ روحوں کو مددگار مانتے ہیں جیسا کہ غمگین آدمی کی مدد وغیرہ اسی طرح وہ انہیں نفع و نقصان کا مالک بھی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ شرک اکبر ہے اور اس کا ذکر اللہ ذوالجلال نے قرآن حکیم میں یوں فرمایا ہے:

﴿ يُولِجُ ٱلَّيْلَ فِى ٱلنَّهَارِ وَيُولِجُ ٱلنَّهَارَ فِى ٱلَّيْلِ وَسَخَّرَ ٱلشَّمْسَ وَٱلْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِى لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ ٱلْمُلْكُ ۚ وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۝١٣ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا۟ دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا۟ مَا ٱسْتَجَابُوا۟ لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝١٤ ﴾

(۳۵/ ۱۳_۱۴)

"اللہ ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگادیا ہے۔ (اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیا ہے) ان میں ہر ایک اپنے وقت مقررہ تک چلتا رہے گا' اللہ تمہارا (رب) پروردگار ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے اور اے لوگو جن' جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا (مدد کے لئے) پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے (برابر بھی کسی چیز کے مالک) نہیں ہیں۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار سن نہیں سکتے اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہاری کسی بات کا وہ جواب نہ دے پائیں (یعنی تمہاری دعا کو قبول نہیں کر سکتے)۔ قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے (تب تمہیں پتہ چلے گا کہ تم دنیا میں صحیح کر رہے تھے یا تم گمراہی کے راستے پر تھے) اور اللہ علیم و خبیر کی طرح تمہیں ایسے معاملات سے متعلق کوئی اور ہرگز خبردار نہیں کر سکتا۔"

یہ آیات اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ مردے کسی چیز کے مالک نہیں اور وہ کسی کی سور و پکار اور دعا نہیں سن سکتے۔ فرض کریں کہ وہ سن بھی لیں تو ان کے بس میں نہیں کہ وہ اس کا جواب ہی دے سکیں۔ دوسری آیت کی رو سے انہیں پکارنا' ان سے دعا مانگنا اور اپنی حاجتیں ان سے طلب کرنا صراحتاً شرک ہے کہ جس کا قیامت والے دن یہ مردے انکار کر دیں گے۔

اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا

ایک دفعہ محلے کی مسجد میں کچھ صوفیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا میں فجر کی نماز کے بعد قرآن کا دور کر رہا تھا اور یہ سب کے سب حافظ قرآن تھے کہ پڑھتے پڑھتے ہم اس آیت پر آ گئے:

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾﴾ (النمل ٢٧/ ٦٥)

"کہہ دیجئے کہ جو لوگ بھی (فرشتوں، جنوں اور انسانوں میں سے) آسمانوں اور زمین میں ہیں، اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟"

میں نے ان سے کہا: یہ آیت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ایک اللہ کے سوا غیب کی باتوں کو کوئی نہیں جانتا۔ تو وہ میرے اوپر چڑھ دوڑے اور غصیلی آوازوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: "کیوں نہیں، اولیاء غیب جانتے ہیں۔" میں نے ان سے کہا: "بھئی کوئی دلیل پیش کرو۔ تو ان میں سے ہر آدمی نے جو کوئی قصہ کہانی لوگوں سے سن رکھی تھی وہ بیان کرنے لگا کہ فلاں ولی نے فلانی فلانی غیب کی باتیں لوگوں کو بتائیں اور فلاں نے فلانی فلانی۔[1] میں

---

[1] صوفیاء میں اس بات کو جھٹلایا جاتا ہے جو قرآن نے بیان کی ہے کہ غیب صرف اور صرف اللہ رب العزت ہی جانتا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہم بھی جانتے ہیں بلکہ ان کا یہ دعویٰ کہ جو جہالت پر مبنی ہے اس قدر مقبول ہوا کہ صوفیوں کی پجاری جاہل عوام نے کہنا شروع کر دیا کہ ولیوں کی تو بلیاں بھی غیب جانتی ہیں استغفر اللہ اور ایسی جہالت و گمراہی پر مبنی باتوں کو بعض جاہل اور گمراہ لوگوں نے من گھڑت دلائل کا جامہ پہنایا۔ اسی طرح خان صاحب نے مصر کے ایک گدھے کو غیب داں ثابت کیا کہ کسی شخص کی کوئی چیز جو کسی دوسرے شخص کے پاس رکھ دی جاتی اور پھر گدھے سے پوچھا جاتا کہ کہاں ہے؟ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی ہوتی تھی۔ اب وہ سارے مجمع کا چکر لگاتا اور جس کے پاس دوسرے شخص کی چیز رکھی ہوتی اس ←

کی نشاندہی کر دیتا.... (پھر لکھتے ہیں)..... بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہو سکتی ہے انسان کے لئے کمال نہیں..... (ملخصا ملفوظات احمد رضا حصہ چہارم ص: ۱۰۔۱۱)

اسی طرح ولیوں کو غیب دان ثابت کرنے کے لئے کچھ صوفیوں نے ایک جھوٹا قول شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب کر دیا ہے تاکہ اپنے دعوے کو دوسرے کی طرف منسوب کر کے مضبوط بنا سکیں۔ کہتے ہیں کہ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ دعویٰ کیا کہ:

"اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے؟ میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں شیشے کی طرح ہو۔" (الاخبار الاخیار)

اسی طرح بعض دوسرے صوفیاء نے بھی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں غیب جاننے کے دعوے کئے ہیں مثلاً عبدالوہاب شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ خواص کو یہ کہتے ہوئے سنا:

"ہمارے نزدیک مرد کامل اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے مرید کی حرکات کو روز میثاق سے لے کر اس کے دوزخ یا جنت میں داخل ہونے تک نہ جان لے۔" (کبریت احمر بر حاشیہ الیواقیت والجواہر بحوالہ سیرت غوث ص / ۱۲۵)

اور صوفی عزیزان نے فرمایا کہ: "اولیاء اللہ کی نظر میں تمام زمین دستر خوان کی مانند ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی مانند ہے' ان اولیاء اللہ کی نظر سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔" (نفحات الانس فارسی للجامی بحوالہ سیرت غوث ص: ۱۲۶)

حضرت شبلی کہتے ہیں کہ: "اگر ایک سادہ چیونٹی اندھیری رات میں سخت پتھر پر چل رہی ہو اور میں اس کی آواز نہیں سنتا تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں فریب میں آ گیا۔" (انسان کامل ص ۲۰۴)

شاہ ولی اللہ محدث دھلوی کے متعلق کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے خادم کو برے کاموں پر ٹوکنے کے باوجود باز نہ آنے پر سرزنش کرتے ہوئے کہا: "شاید تو سمجھتا ہے کہ ہم تیرے کرتوتوں سے بے خبر ہیں۔ قسم بخدا! اگر زمین کے نچلے طبق میں رہنے والی کسی چیونٹی کے دل میں بھی سو خیالات آئیں تو ان میں سے ننانوے خیالات کو میں جانتا ہوں اور حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے سو کے سو خیالات سے باخبر ہے۔ (انفاس العارفین (اردو) ص: ۲۰۵ ترجمہ سید محمد فاروق القادری مطبوعہ المعارف لاہور)

شیخ علی ہجویری بھی اللہ کے علاوہ بزرگوں کے علم غیب جاننے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس کے اثبات میں وہ کئی حکایات اپنی کتاب کشف المحجوب میں لائے ہیں' مثال کے طور پر ابن المعلی کی زیارت کا قصہ پڑھ سکتے ہیں (کلام المرغوب ترجمہ کشف المحجوب ص / ۵۴۴)

نے کہا: "یہ قصے کہانیاں تو کوئی دلیل نہیں۔ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ کھلم کھلا قرآن کی مخالف ہیں۔ ان کو تم دلیل کے طور پر کیسے لے لیتے ہو؟ اور قرآن کو چھوڑ رہے ہو؟" مگر میری اس سیدھی اور ٹھوس بات کو انہوں قبول نہ کیا بلکہ ان میں بعض لوگ تو چیخ چیخ کر باتیں کرنے لگے اور غصے سے پھنکارتے ہوئے مجھے برا بھلا کہنے لگے۔ ان میں کسی ایک آدمی کو بھی میں نے قرآن حکیم پر کفایت کے لئے تیار نہ پایا بلکہ وہ سب کے سب باطل نظریات پر

⟵ توحید کے شفاف چشمہ میں شرک کی گندگی کی اس قدر آمیزش ہو گئی کہ دیوبند کے بڑے بڑے سرکردہ علماء بھی اس باطل عقیدہ کے چھینٹوں سے اپنا دامن داغدار ہونے سے نہ بچاسکے اور علم غیب کو اللہ تعالیٰ کی صفت ہونے کے ساتھ اس کا ہر طرح سے اپنے بزرگوں پیروں اور شیوخ میں بدرجہ اتم پایا جانا واقعات اور حکایات کی صورت میں ثابت کرنے لگے' چند حوالے ملخصاً درج ذیل ہیں مثلاً شاہ عبدالقادر مولوی فضل حق صاحب کو اس دن سبق نہ پڑھاتے تھے جب وہ اپنی کتابیں کسی ملازم سے اٹھوا کر لے جاتے تھے اس لئے کہ شاہ عبدالقادر کو کشف سے غیب کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔ اس طرح مولانا فضل الرحمٰن کو ثابت کیا کہ کشف کے ذریعہ دیوار کے پیچھے کا غائب جان لیتے تھے۔ اسی کی بنا پر انہوں نے نوکر کو کہا کہ گمشدہ طباق فلاں طاق سے لے آؤ۔ مزید واقعات درج کرنے کی بجائے ہم حوالہ جات لکھ رہے ہیں کہ جن میں اس مکتبہ فکر کے علماء کو غیب دان ثابت کیا گیا' قارئین اصل کتابوں سے ملاحظہ کر سکتے ہیں مثلاً ارواح ثلاثہ ص: ۲۳' ۵۸' ۶۹' ۱۸۵' ۲۷۱' ۲۲۲' ۳۱۵۔ حکیم الامۃ ص: ۲۳' انفاس قدسیہ ص: ۱۸۵۔ حسن العزیز ج ۱ ص: ۲۹۳۔ کرامات امدادیہ ص: ۲۰' ۳۵' ۳۶۔ شمائم امدادیہ حصہ سوم ص: ۸۵' ۱۰۳۔ اشرف السوانح ج ۱ ص: ۱۷۔ درس حیات ص: ۱۹۴۔ برہان دہلی ص: ۲۸' اگست ۱۸۵۲ء' قصص الاکابر ص: ۱۰۳۔ تذکرہ ص: ۲۵۹۔ تذکرہ ج ۲ ص: ۳۳۱۔ شیخ الاسلام نمبر ص: ۱۵۶ وغیرہ وغیرہ ...... اسی طرح تبلیغی جماعت کے اکابر نے بھی مختلف حکایتوں اور قصے کہانیوں کے ذریعہ اللہ کے علاوہ اپنے پیروں اور بزرگوں کے لئے علم غیب ثابت کرنا شروع کر دیا چند حوالے درج کرتا ہوں قارئین ملاحظہ کر لیں فضائل حج ص: ۱۸۸' ۱۹۰' ۲۰۰' ۲۰۲' ۲۰۵ وغیرہ۔

حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب مسئلہ علم غیب کے متعلق فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں: "لوگ کہتے ہیں علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا' میں کہتا ہوں اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے۔" (شمائم امدادیہ ملفوظات حاجی صاحب ص / ۱۱۵)

لیکن قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی پاکیزہ تعلیمات اس کے بالکل برعکس ہیں کہ جن کی ایک جھلک فضیلۃ الشیخ یہاں دکھا رہے ہیں۔

متفق نظر آئے اور ان کے دلائل خرافات پر مبنی قصے کہانیاں تھیں کہ جنہیں انہوں نے ایک دوسرے سے نقل کیا تھا اور ان کی کوئی اصل نہ تھی۔

میں مسجد سے باہر نکل آیا اور اگلے دن ان کے ساتھ نہ بیٹھا بلکہ چھوٹے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر قرآن حکیم کی تلاوت کرنے لگا۔ ان بچوں کے ساتھ بیٹھنا مجھے ان قرآن کے حافظوں سے زیادہ بہتر نظر آیا کہ جو قرآن کے عقیدے کے ہی مخالف تھے' نہ قرآن ان کے حلقوں سے نیچے اترا اور نہ اس کے احکام پر انہوں عمل کیا۔ قرآن حکیم کے درج ذیل حکم کے مطابق ہر مسلمان پر کسی کا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑ جائے تو واجب ہے کہ وہ ان سے کنارہ کش ہو جائے۔

﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ ٱلَّذِينَ يَخُوضُونَ فِىٓ ءَايَٰتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى حَدِيثٍ غَيْرِهِۦ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ ٱلشَّيْطَٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ٱلذِّكْرَىٰ مَعَ ٱلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٦٨﴾ ﴾ (الأنعام٦/ ٦٨)

"اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں پر (نکتہ چینی کے لئے) غور و خوض کر رہے ہوں (یا آیات میں عیب جوئی اور استہزاء وغیرہ کر رہے ہوں تو) تو ان سے الگ ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مصروف ہو جائیں اور اگر یہ بات تمہیں شیطان بھلا دے (اور آپ بھول کر ان کے ساتھ بیٹھ جائیں) تو یاد آنے پر ان ظالم لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھیے (بلکہ اٹھ جایئے اور ان سے الگ تھلگ ہو جایئے)۔"

اور ان ظالموں نے تو کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندوں کو غیبی امور میں شریک بنا دیا تھا جب کہ اللہ ذوالجلال اپنے پیغمبر کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں اے میرے حبیب! لوگوں سے:

﴿ قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِى نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ ٱلسُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾ ﴾ (الأعراف٧/ ١٨٨)

12971

"کہہ دیجئے کہ میں تو خود اپنے فائدے اور نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے (وہی ہوتا ہے نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں) اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو بہت سے فائدے جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو بس مومنوں کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔"

اور اس طرح کے حافظان قرآن کے لئے قرآن پاک کبھی بھی دلیل اور سفارشی نہ بنے گا بلکہ ان کے خلاف گواہ بن جائے گا۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((وَالْقُرآنُ حُجَّةٌ لَكَ اَوْ عَلَيْكَ)) (رواہ مسلم)

"اور قرآن حکیم تیرے لئے دلیل بن جائے گا یا تیرے خلاف ثبوت بن جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان لوگوں کی مثال بیان فرمائی ہے کہ جو اس کی اتاری ہوئی کتاب پر عمل نہیں کرتے۔ جیسا کہ توراۃ' انجیل اور زبور وغیرہ' فرمایا:

﴿ مَثَلُ ٱلَّذِينَ حُمِّلُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ ٱلْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًۢا ۚ بِئْسَ مَثَلُ ٱلْقَوْمِ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّـٰلِمِينَ ۝٥ ﴾ (الجمعة ٦٢/ ٥)

"جن لوگوں پر تورات پر عمل کرنے کا بوجھ ڈالا گیا تھا مگر انہوں نے اس کے بارِ تعمیل کو نہ اٹھایا' ان کی مثال گدھے کی سی ہے کہ جس پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔ (اور اے لوگو! اچھی طرح سمجھ لو) جو لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں ان کی یہ مثال بہت بری ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

یہ آیت اگرچہ یہود کے لئے ہے جنہوں نے تورات کا علم تو حاصل کیا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ لیکن بالعموم اس کا اطلاق مسلمانوں پر بھی ہوتا کہ جنہوں نے قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا تو سیکھ لیا مگر اس پر عمل پیرا نہ ہوئے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس علم سے کہ جو نفع نہ دے اللہ کی پناہ مانگی ہے' فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ)) (رواہ مسلم)

"اے اللہ! میں اس علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ جو نفع نہ دے۔"

یعنی جس پر میں خود عمل نہ کر سکوں اور نہ ہی اسے اپنے علاوہ کسی اور کو پہنچا سکوں اور نہ ہی علم میرے برے اخلاق کو بدل سکے۔ ایک دوسری حدیث میں یوں ہے۔ فرمایا:

((اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ وَاعْمَلُوا بِهِ وَلَا تَأْكُلُوا بِهِ)) (صحیح رواہ احمد وغیرہ)

"قرآن کو پڑھو' اس پر عمل کرو اور اسے کھانے پینے کا ذریعہ نہ بناؤ۔"

میں اپنے گھر کے قریب ایک مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ اس مسجد کا امام مجھے جانتا تھا۔ میں نے اسے توحید الٰہی اور اللہ کے سوا کسی اور سے دعا نہ مانگنے کی بات سمجھائی اور دعوت دی تو اس نے مجھے ایک کتاب لا کر دی۔ اس کتاب کا نام تھا۔ "الکافی فی الرد علی الوھابی" میرا خیال ہے کہ اس کے مصنف کا نام "زینی دحلان" تھا کہ جو آل سعود کی حکومت سے قبل مکہ مکرمہ میں مفتی تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی صاحب اختیار ہیں کہ جو لفظ "کُنْ" کہتے ہیں اور جس کام کا ارادہ رکھتے ہوں وہ کام ہو جاتا ہے۔ مجھے اس جھوٹ پر بڑی حیرانی ہوئی کیونکہ یہ صفت تو صرف ایک اللہ واحد کی ہے کسی اور کے بس کی بات کہاں؟ انسان' بشر تو مکھی بنانے سے بھی عاجز ہیں۔ بلکہ مکھی ان کے کھانے سے اگر کوئی ذرہ اٹھا کر لے جائے تو وہ اس سے چھیننے کی بھی ہمت نہیں رکھتے چہ جائیکہ وہ کوئی بڑا کام کر سکیں۔ اللہ رب العالمین نے لوگوں کے لئے مخلوقات کے اس ضمن میں انتہائی کمزور پہلو کو مثال دے کر بیان فرمایا ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥٓ ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخْلُقُوا۟ ذُبَابًا وَلَوِ ٱجْتَمَعُوا۟ لَهُۥ ۖ وَإِن يَسْلُبْهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ ﴾

(الحج ۲۲/ ۷۳)

"اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ اسے غور سے سنو! بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ (اس کام کے لئے) وہ سب اکٹھے ہی کیوں نہ ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین کر

لے جائے تو اس سے وہ چھڑا نہیں سکتے۔ یہ طالب و مطلوب (عابد و معبود دونوں) گئے گزرے بے بس (کمزور) ہیں۔" (جو پکار رہے ہیں وہ بھی بے بس اور جن کو پکارا جا رہا ہے وہ بھی بے بس، کسی کو کوئی قدرت و طاقت اور اختیار نہیں قدرت اختیار تو صرف اللہ واحد کو حاصل ہے)۔

میں نے کتاب پکڑی اور اس مولوی کے پاس لے گیا۔ اس نے میرے ساتھ "دار الحفاظ" میں قرآن حکیم حفظ کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا: "اس کتاب کا مصنف اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی چیز کے متعلق "کُن" کہہ دیں تو وہ معرض وجود میں آجاتی ہے۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے؟" وہ کہنے لگا: "ہاں بالکل ٹھیک ہے۔ دیکھیئے! اللہ کے نبی ﷺ نے ایک بار فرمایا: "کُنْ ثَعلبہ" تو اسی وقت سامنے سے ثعلبہ رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے" میں نے کہا: "کیا اس وقت سیدنا ثعلبہ دنیا میں کہیں موجود نہ تھے؟ معدوم ہو چکے تھے؟ اور انہیں رسول اللہ ﷺ نے عدم سے وجود دے کر سامنے لا کھڑا کیا تھا، یا وہ دنیا میں تو تھے مگر اس موقع پر حاضر نہ تھے؟ اور آپؐ ان کے انتظار میں تھے۔ وہ کچھ لیٹ ہو گئے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے دور سے کوئی ہیولا سا دیکھا تو آپؐ نے ظن غالب کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا تھا: "کُنْ ثعلبہ" ثعلبہ ہی ہو۔ اس سے آپؐ کی مراد یہ تھی کہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں، یہ آنے والا ثعلبہ ہو جائے۔ رات کا وقت ہے، لشکر کو کسی طرف روانہ کرنے کے لئے دیر ہو رہی ہے۔ جب ثعلبہ ساتھ آن ملے تو لشکر روانہ ہو سکے اور دیر نہ ہو جائے۔ تو اللہ نے آپؐ کی دعا قبول فرمالی اور آنے والا ثعلبہ ہی ثعلبہ ہی ثابت ہوا۔ بتایئے اس میں کُنْ فَیَکُوْنُ والا اختیار کیسے ثابت ہوا کہ اللہ نے کسی اور کو بھی دے رکھا ہو۔[1]

---

[1] اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے متعلق فرماتا ہے کُنْ "ہو جا" تو فوراً فَیَکُوْنُ وہ کام ہو جاتا ہے۔ یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن گمراہ صوفیوں نے یہ اختیار پہلے رسول مکرم سے منسوب کیا کہ وہ کن کہہ کر ہر طرح کا کام کر لیتے تھے۔ صوفیوں نے یہ قصہ اس لئے گھڑا کہ وہ اپنے پیروں مشائخ اور درویشوں کو یہ اختیارات سونپنا چاہتے تھے لیکن اتنی بڑی جسارت کہ قصر توحید پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے ہچکچاتے تھے اس لئے اپنے بچاؤ اور جواز کیلئے پہلے رسول اللہ پر الزام لگایا جیسا کہ خان صاحب نے بھی اپنے عقیدہ میں رسول اللہ ←

مولوی صاحب یہ ساری تفصیل سن کر چپ سادھ گئے کوئی جواب نہ دیا۔ انہیں مؤلف کتاب کے جھوٹے اور بطلان کا پتہ چل گیا۔ یہ کتاب ابھی تک اس کے پاس موجود ہے۔

ﷺ کو تکوینی اختیارات کن فیکون کا مالک ثابت کرتے ہوئے کہا:

قادر کل کے نائب اکبر کن کا رنگ دکھاتے یہ ہیں
ان کے ہاتھوں میں ہر کنجی ہے مالک کل کہلاتے یہ ہیں

اب صوفیوں کے لئے راستہ صاف تھا اور انہوں نے رسول اللہ کو ان اختیارات کا حامل بنایا ہی اس لئے تھا کہ بعد میں وہ پیروں میں بھی کن فیکون کے اختیارات ثابت کریں اور یوں اللہ تعالٰی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ مخلوق ان مِنْ دُوْنِ اللّٰہ کے پجاری پیروں کے آستانوں پر ہی اپنی جبینیں رگڑتے رہیں' ماتھے گھساتے رہیں اور یوں وہ (ان کے عقیدے کے مطابق) نائبین کے ہوتے الہ واحد کو یکسر بھول جائیں۔ لہذا انہوں نے ہر ایرے غیرے میں کن فیکون کے اختیارات ثابت کر دیئے کہ جب ان بزرگوں کو کن فیکون کے اختیارات حاصل ہیں تو پھر اور کسی جگہ جانے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے لئے مثالیں تو درجنیں دی جا سکتی ہیں لیکن میں اختصار کے پیش نظر خان صاحب کا ہی ایک حوالہ دیتا ہوں کہ رسول اللہ کی ذات میں کن فیکون کے اختیارات ثابت کرنے کے فوری بعد اس نے عبدالقادر جیلانی میں بھی اختیارات الٰہی ثابت کر دیئے۔ ملاحظہ ہو خاں صاحب ارشاد کرتے ہیں:

احد سے احمدؐ اور احمد سے تجھ کو
کن اور سب کن فیکن حاصل ہے یا غوث

(حدائق بخشش از احمد رضا بریلوی ص:۱۷۹)

تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک گشت

(1) تبلیغی جماعت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔[1] اس کا دائرہ' غیر عربی' اسلامی اور غیر اسلامی تمام ممالک میں پھیلا ہوا ہے۔ گویا پوری دنیا میں ایک وسیع نیٹ ورک ہے۔ یہ جماعت دوران سفر و گشت اور دوران تبلیغ عاجزی و انکساری میں بہت معروف ہے۔ ان کی اخلاص سے بھرپور دعوت' سفر میں نظم و ضبط' کھانے پینے اور آنے جانے کے آداب بہت معروف اور جانے پہنچانے ہیں۔ ان کا زیادہ تر کام ان مساجد میں ہوتا ہے جہاں یہ قیام کرتے ہیں۔ بازاروں' ہوٹلوں اور کارخانوں وغیرہ میں جاجا کر یہ لوگ عامۃ الناس کو نماز کے لئے مسجد میں بلوا کر لاتے ہیں۔ پھر نماز کے بعد ان میں سے کوئی آدمی مسجد میں حاضر اور جمع لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے اور یہ بہت اچھا عمل ہے۔

---

[1] تبلیغی جماعت تصوف و رہبانیت کی بنیادوں پر استوار ایک جماعت ہے کہ جس کا شروع شروع میں مقصد لوگوں کو عمل پر ابھارنا اور آمادہ کرنا تھا۔ لیکن شروع دن سے ہی اس کی بنیادوں میں تصوف کے جاہلانہ اور گمراہ کن تصورات پرورش پاتے رہے۔ ابتداء میں ہی اس کی دعوت کا دائرہ ایک خاص فرقہ کی تعلیمات کے پرچار کے گرد گھومتا تھا لیکن بعد میں یہ خود بھی ایک فرقہ کا روپ دھار گئی' جب کہ اس پر اسلام کی چھاپ ہونے کی بجائے ایک خاص مسلک گروہ اور فرقہ کی چھاپ واضح نظر آتی ہے۔ اس کے حاملین کو آپ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ پڑھ کر سناتے رہیں لیکن وہ اپنی خاص سوچ اور فکر کو چھوڑنے پر کبھی تیار نہیں ہوتے۔ یوں ان کی دعوت اسلام کی دعوت نہیں بلکہ ایک فقہی مسلک اور جدید فرقہ کی ترجمان بن کر رہ گئی ہے۔

فضائل اعمال کے نام پر ان کے افکار کا تانا بانا چلوں خوابوں' قصوں کہانیوں اور حکایات و موضوع روایات پر مبنی ہے۔ تحقیق کرنے کو یہ گناہ سمجھتے ہیں اسلئے کہ بقول ان کے وہ مقلد ہیں اور مقلد کے لئے تحقیق حرام ہے۔ اب یہ ایک ایسا فرقہ بن چکا ہے کہ جس کا سب کچھ دوسرے فرقوں اور جماعتوں سے مختلف ہے۔ ان کے ⟵

افکار' نصاب' کتب' علماء وغیرہ۔ سال بعد ان کا اجتماع انڈیا اور پاکستان میں منعقد ہوتا ہے جس میں شامل ہونا باعث ثواب سمجھا جاتا ہے اور پھر اس اجتماع سے پوری دنیا کے لئے چلے لگانے والے وفود تشکیل دیئے جاتے ہیں جو اندرون و بیرون ملک جاتے ہیں اور اس فرقہ کے افکار کا پرچار ان کی مخصوص کتب و لٹریچر کے ذریعے کرتے ہیں۔ استمداد بالقبور یعنی قبروں سے مدد طلب کرنا' اولیاء کا مرنے کے بعد مشکل حل کرنے کے لئے اپنی قبروں سے مریدوں کے پاس پہنچ جانا' اور یہ کہ اولیاء و بزرگ مرنے کے بعد بھی زندہ ہی رہتے ہیں دوسرے لفظوں میں ان پر موت نہیں آتی۔ اس جماعت کے بزرگ غیب کا علم رکھتے ہیں اور غیب کی باتیں قبل از وقت بتا دیتے ہیں۔ اور موت ان کے اختیار میں ہے وغیرہ جیسے عقائد ان کی توحید خالص سے دوری کا سبب بن چکے ہیں۔ ان عقائد کے حق ہونے پر دلالت کرنے والے واقعات و حکایات ان کی کتب میں بکثرت ملتے ہیں جن کو وہ پڑھ کر سناتے ہیں۔ مراقبے' مکاشفے' حلقے خوابیں یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن سے وہ اسلامی احکامات اخذ کرتے ہیں' جب کہ دین ۱۴سو سال قبل مکمل ہو چکا ہے اور اب ایسی چیزوں کی دین اسلام میں ذرہ برابر وقعت نہیں۔

چند مثالیں ملخصاً آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ کہتے ہیں:

"مصر کے ایک صاحب خیر ایک ضرورت مند کے لئے ایک سخی کی قبر پر درخواست گزار ہوئے۔ رات کو وہ بزرگ انہیں خواب میں ملے۔ اور کہا تم میرے گھر والوں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ مکان کے فلاں حصہ میں جو چولہا بن رہا ہے اس کے نیچے ایک چینی کا مرتبان گڑا ہے' اس میں پانچ سو اشرفیاں ہیں' وہ اس فقیر کو دے دیں۔ یہ خواب حرف بحرف صحیح ثابت ہوا اور اس پر عمل کیا گیا۔" (فضائل صدقات ص:۶۱۷)

ثابت کیا گیا ہے کہ بزرگ مرنے کے بعد بھی زندوں کی سی خصوصیات کے حامل ہیں۔ وہ ہر وقت ہر بات کا علم رکھتے ہی اور قبر میں ہوتے ہوئے دوسروں کی مدد کرنے پر قادر ہیں اور عالم غیب بھی ہیں۔ قبروں والوں کے متعلق ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو:

"عرب کی ایک جماعت ایک مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارت کو گئی۔ صاحب قبر(یعنی مردے) نے (آنے والے لوگوں) ان کی مہمانی کے لئے انہیں میں سے ایک آدمی کے ساتھ خواب میں ایک اعلیٰ نسل کے اونٹ کے بدلے ایک اونٹ کا سودا کیا۔ اور صاحب قبر (مردے) نے اٹھ کر اس اونٹ کو ذبح کر دیا۔ اونٹ والا (مالک) بیدار ہوا تو واقعی (اونٹ کا ذبح ہو چکنے کی بنا پر) خون جاری تھا۔ اگلی منزل پر صاحب قبر کے بیٹے کو اونٹ کے ساتھ اپنا منتظر پایا۔ کیونکہ اس (مردے) نے اسے خواب میں کہہ دیا کہ اگر تو میری اولاد ہے تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دے دے۔" (فضائل صلوٰۃ ص /۱۱۷)

اس جماعت کی کتب کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو آپ کو سینکڑوں ایسی حکایات ملیں گی کہ جن کا سرے سے

(۴) جماعت کا ایک امیر ہے کہ جس کی مستقل رہائش پاکستان میں ہے۔ اس جماعت کا ہر سال پاکستان میں (رائے ونڈ شہر میں) ایک سالانہ اجتماع بھی ہوتا ہے۔ ہر شہر میں ان کا ایک امیر ہوتا ہے جس کے حکم کا مشورہ کے وقت احترام کیا جاتا ہے۔ ان کی ایک کتاب کا نام "تبلیغی نصاب" ہے کہ اردو زبان میں ہے۔ اس کا عربی میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں عقیدہ سے متعلق علماء کرام نے بہت سارے مقامات پر سخت قسم کا مواخذہ کیا ہے۔ اس کتاب میں صوفی افکار بہت زیادہ ہیں۔ علاوہ ازیں جن

◄ کوئی سر پاؤں ہی نہیں۔ اکثر بغیر حوالہ کے ہیں اور اگر حوالے درج کیے گئے ہیں تو وہ نہایت کمزور اور غیر مستند کتابوں کے ہیں۔ یہ قصے کہانیاں پڑھ کر ان پر ناول یا افسانوں کا گمان ہوتا ہے لیکن اس جماعت کے لوگ ان قصوں کو دین سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ ایک قصہ مختصراً ملاحظہ ہو:

"کہتے ہیں کہ ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد و متعصب تھا۔ اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہو گیا۔ چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچتی تھیں اس لئے انتقام کا جوش ان میں بہت تھا۔ اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ میں رکھ دیا گیا۔ اس نے اول بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا.... فوراً اللہ جل شانہ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بجھ گئی اور دیگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اور اس کے بعد (اس) زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اڑی اور دور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا گری۔ یہ شخص لگاتار کلمہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور یہ عجوبہ دیکھ کر متحیر تھے۔ اس سے حال دریافت کیا جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔" (فضائل ذکر ص: ۴۷۵)

کون سا بادشاہ تھا؟.... کون سا سفر تھا.... کون سا ملک.... کون سا علاقہ.... کیا سن تھا.... کیا حوالہ ہے.... کچھ پتہ نہیں بس یہ دلیل ہے کہ "کہتے ہیں" "بزرگوں سے سنا ہے" بس ایسی ہی دلیلوں پر یہ جماعت قائم ہے۔ آدم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں: "ایک روایت میں نقل کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے پیدل چل کر ایک ہزار حج کئے۔" (فضائل حج ص / ۳۵)

اب اس فرقہ یا جماعت کی مقبولیت کو دیکھ کر اس سے بھی گمراہ مزید صوفی سلسلے معرض وجود میں آنے لگے ہیں جو گمراہی میں ان سے بھی چار قدم آگے چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو قرآن و سنت کی صحیح تعلیمات پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

کتب پر یہ تبلیغی جماعت والے زیادہ اعتماد کرتے ہیں وہ ہیں:

الف ریاض الصالحین: امام نووی رحمہ اللہ کا جمع کردہ تبویب کے ساتھ یہ مجموعہ بہت اچھا ہے۔ بالخصوص تحقیق شدہ وہ نسخہ کی جس میں الشیخ / عبدالعزیز رباح' الشیخ احمد یوسف الرقاق اور فضیلۃ الشیخ / شعیب الارناؤوط نے صحیح اور ضعیف تمام احادیث کی تخریج کردی ہے۔ یہ بات اہل علم کے نزدیک بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

ب حیات صحابہ: اس کتاب میں بہت ساری ضعیف اور موضوع روایات ہیں۔ یہ کتاب بھی تحقیق و تخریج کی محتاج ہے (اس بات کی وضاحت آگے آرہی ہے ان شاء اللہ)

ج علاوہ ازیں یہ لوگ چھ باتوں پر بہت زور دیتے ہیں اور ان باتوں کو انہوں نے خوب مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔ یہ باتیں وہ اپنے افراد جماعت کو باقاعدہ سکھاتے اور یاد کرواتے ہیں۔ (ان پر تفصیلی گفتگو بعد میں آرہی ہے ان شاء اللہ)

(الف) کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی تحقیق' تاکید اور تشریح۔

(ب) خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا

(ج) ذکر کے ساتھ علم

(د) مسلمانوں کا احترام کرنا

(ھ) نیت کا اللہ کے لئے خالص کرنا

(و) اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا

شروع شروع میں ان کی دعوت سے میں بہت متاثر ہوا' اور دعوت و تبلیغ کے لئے ان کے ساتھ کئی شہروں کی طرف (چلے لگاتے ہوئے) نکلا۔ اپنے شہر حلب میں کہ جہاں میں رہتا ہوں ان کے ساتھ نکلا اور ہم نے کئی مساجد میں گشت کیا' بالخصوص جمعہ کے دن۔ حلب کے ایک محلے قرلق کی جامع مسجد میں ہم جمعہ کی نماز سے قبل ایک جماعت کی صورت میں پہنچے۔ پھر میں امیر صاحب کی تشکیل پر اپنے پھوپھی زاد کے ہمراہ بازار کی طرف نکلا کہ انہیں نماز کی دعوت دیں۔ ہم ایک بڑے سے کافی ہاؤس میں داخل ہو گئے۔ دیکھا تو وہاں لوگ تاش اور نردیں کھیل رہے تھے۔ تاش کے پتوں پر ایک مرد' ایک لڑکی اور ایک بچے کی تصاویر بنی ہوئی

تھیں۔ ہم نے انہیں اس معاملے میں کچھ نہ کہا۔ ہماری دعوت تو صرف نماز کے لئے تھی۔ چنانچہ ہم نے انہیں مسجد چلنے کے لئے کہا' بہت تھوڑے لوگوں نے ہماری دعوت کو قبول کیا۔ اکثر نے یہی کہا کہ تم چلو ہم کھیل مکمل کر کے آتے ہیں۔ جب ہم نے بازار میں گشت مکمل کر لی تو ہم مسجد کی طرف چلے گئے۔ امیر صاحب ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو انہوں مجھے "ریاض الصالحین" دی اور مجھے کہنے لگے کہ اس میں سے مسجد کے آداب پڑھ کر سناؤں۔ تو میں نے اس باب میں اللہ کے نبی ﷺ کی درج ذیل حدیث پڑھی۔ آپؐ نے فرمایا:

((مَنْ اَكَلَ ثَوْمًا اَوْبَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا وَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ))

(متفق علیہ)

"جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو اسے ہم سے اور ہماری مسجد سے الگ رہنا چاہئے اور اسے چاہئے کہ اپنے گھر بیٹھا رہے۔"

میں نے حاضرین مجلس سے حدیث مبارک کی شرح بیان کرتے ہوئے واضح کیا کہ دیکھئے اگر لہسن اور پیاز کی بدبو سے اللہ کے نبی ﷺ کو اتنی نفرت تھی تو تمباکو کا دھواں تو ان سے بھی زیادہ بدبودار ہوتا ہے۔ ہر مسلم کو چاہئے کہ اس سے اجتناب کرے کیونکہ یہ:

1. اپنے ہی جسم و جان کو تکلیف پہنچاتا ہے۔
2. ساتھ والے آدمی کو بھی تکلیف دیتا ہے اور
3. اس سے مال (روپیہ) بھی ضائع ہوتا ہے۔

اس لئے سگریٹ نوشی کا کوئی فائدہ نہیں۔ امیر صاحب کتاب کی طرف گھور رہے تھے۔ گویا وہ مجھے اس بات کی طرف توجہ دلا رہے تھے کہ یہ عبارت تو ریاض الصالحین میں نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات مت کہو۔[1] مگر یہ ان کی غلطی تھی کیونکہ تمباکو نوشی کی بیماری تو

---

[1] اسی قسم کا واقعہ ایک دلچسپ واقعہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب ہندوستان میں سالانہ تبلیغی اجتماع کے موقع پر عربوں کی ایک جماعت آئی تو تبلیغی حضرات کو پان وغیرہ کھاتے ہوئے دیکھا گیا۔ جب بعض لوگوں نے ان سے استفسار کیا تو انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ہم نے جواب کے ذریعہ پان وغیرہ کھانے کی اجازت رسول اللہ سے لے لی ہے۔

مسلمانوں میں بہت پھیل چکی تھی حتیٰ کہ نمازیوں میں بھی اور اس مضر و حرام کام سے انہیں خبردار کرنا بہت ضروری تھا بالخصوص مسجد میں داخلے کے آداب میں سے لہسن و پیاز سے خبردار کرتے وقت تو تمباکو نوشی کے مضرات کا بتانا نہایت ضروری اور مفید تھا۔ مگر امیر صاحب نے اس بات کو برا محسوس کیا۔ (سمجھ نہیں آئی کہ نہی عن المنکر کے بغیر دعوت کیسے مکمل ہو جاتی ہے) اس طرح تبلیغی بھائیوں کے ہاں میں نے بہت ساری ضعیف روایات کی دعوت بھی ملاحظہ کی۔ اور جب میں نے انہیں اس طرف توجہ دلائی تو کہنے لگے: "ہمارے بڑے امیر صاحب سے اس معاملے میں بات کرنے کے لئے اردن تشریف لے آئیں۔"

دوسری بات اس جماعت کے ساتھ دعوت کے لئے ہم "حماہ" کے شہر چلے گئے۔ ہم دروازے کھٹکھٹاتے گھر والے باہر نکلتے۔ امیر جماعت اسے مسجد آنے کی دعوت دیتے تاکہ وہاں بیان سن سکیں اور درس بھی۔ نماز کے بعد بیان شروع ہوا اور امیر صاحب حاضرین سے یوں مخاطب ہوئے:...... "ہم نے اللہ کو سجدہ کیا اور اللہ نے دنیا کو ہمارے لئے سجدہ میں گرا دیا۔"........ یہ بہت بڑی غلطی تھی۔ سجدہ تو ایک عبادت ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لئے لائق نہیں جیسا کہ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے: ﴿فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا﴾ (سورۃ النجم: ۵۳/۶۲)
"اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اسی کی عبادت بھی۔"

اور اللہ رب العالمین پر کتنا بڑا الزام تھا کہ جس نے صرف اپنے سامنے سجدہ ریز ہونے کا حکم دیا ہے اسی رب نے دنیا کو ان صوفیوں کے سامنے سجدے میں گرا دیا۔ (نعوذ باللہ من ذالك)

ایک آدمی کو میں نے دیکھا کہ وہ امیر جماعت سے یوں جھگڑا کر رہا تھا: "تم لوگ دین کو سیاست سے جدا کیوں کرتے ہو؟ اور یہ بات کہتے ہو کہ دین میں سیاست نہیں جب کہ دین میں سیاست بھی ہے۔ تو امیر صاحب خاموش ہو گئے اور وہ کوئی جواب نہ دے پائے۔ پھر جیسا کہ ان کی عادت ہے ایسے مواقع پر وہ چپ سادھ لیتے ہیں۔

میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑا سگریٹ پی رہا تھا اور اس کی خوبصورت سی ڈاڑھی بھی تھی۔ میں نے اسے سگریٹ چھوڑ دینے کی نصیحت کی اور اسے ایک ٹوپی تحفے میں دی۔ ٹوپی کو اس نے اپنے سر پر رکھ لیا اور سگریٹ زمین پر پھینکتے ہوئے

اسے مسل دیا۔ امیر صاحب کو اس بات کا پتہ چلا تو مجھے بلا بھیجا۔ میری اس نصیحت کا انہوں نے برا منایا اور کہنے لگے : "آپ چھوڑیں اس کو سگریٹ پینے دیں۔ وہ خود بخود چھوڑ دے گا۔ اسے کہیں کہ مسجد کے ساتھ والے کمرے میں جاکر سگریٹ پی لے۔" میں نے عرض کی: "جناب یہ تو بہت بڑی غلطی ہے جس کا آپ حکم فرما رہے ہیں کہ وہ مسجد کے حجرے میں جاکر تمباکو نوشی کرلے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ:

((مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْإِيْمَانِ)) (رواہ مسلم)

"مسلمانو! تم میں سے جو آدمی کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ (طاقت) سے روک دے۔ اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو (یعنی کمزور ہو) تو چاہئے کہ وہ اسے اپنی زبان سے روکے۔ اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس برائی کو (اور کرنے والے کو) دل سے برا جانے۔ یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

ہم "حماہ" شہر کے بازار سے گزر رہے تھے کہ جماعت کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ: "میں اس بازار سے نہیں گزرنا چاہتا۔ میرے والد صاحب مجھے دیکھ لیں گے اور مجھ پر ناراض ہو جائیں گے' اس لئے کہ میں انہیں اکیلا دکان پر چھوڑ آیا ہوں اور گھر میں بیوی کو بھی اکیلی چھوڑ آیا ہوں' جب کہ وہ بچہ جننے کے بالکل قریب ہے۔" تو میں نے اس سے کہا: "اللہ کے بندے! یہ تو شرعاً درست نہیں۔ جاؤ اپنے والد کے پاس اور ان سے معذرت کرو جاکر' یا انہیں کوئی خط وغیرہ لکھ کر بھیج دو۔ اپنی بیوی کے پاس جاؤ اور اس کی حالت کا پتہ کرو۔ وہ بیچاری بیمار ہے' قریب الولادت ہے اور تم یہاں پھر رہے ہو۔ باقی بچوں کو اور اسے کون سنبھالے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

((كَفٰى بِالْمَرْءِ إِثْمًا اَنْ يُّضِيْعَ مَنْ يَّقُوْلُ)) (حسن رواہ احمد وغیرہ)

"آدمی کے لئے یہ گناہ ہی کافی ہے کہ وہ انہیں ضائع کر بیٹھے جن کی وہ کفالت کر رہا ہو۔"

پھر ہم دمشق چلے گئے اور "کفر سوسہ" کی مسجد میں جا کر ڈیرے لگا لئے۔ نماز کے بعد ایک نوجوان نے بیان کیا۔ اس میں اس نے ایک حدیث بیان کی جس کی عبارت یوں تھی:
اَلدُّنْیَا قَرَارُ مَنْ لَا قَرَارَلَہٗ "دنیا اس کے لئے جائے قرار ہے کہ جسے کوئی قرار نہ ملے۔"

جب اس کی گفتگو ختم ہو گئی تو میں نے اس سے کہا: "کیا یہ حدیث صحیح ہے؟" وہ کہنے لگا: "میں نے احباب جماعت سے یونہی سنی ہے۔" میں نے کہا: "یہ تو کوئی دلیل نہ ہوئی۔" وہ نوجوان اپنے قریب بیٹھے ایک عالم آدمی کی طرف متوجہ ہوا' اور اس سے حدیث کی صحت کے متعلق پوچھنے لگا' تو اس نے اس سے کہا: "یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔" میں نے اس نوجوان کو انتہائی شفقت بھرے انداز میں نصیحت کی کہ ہمیشہ وہ صحیح احادیث کا انتخاب کیا کریں اور موضوع و ضعیف روایات سے گریز کیا کریں۔ جب ان کے امیر نے مجھے دیکھا تو میرے پاس آ گیا اور مجھے کہنے لگا کہ: "آپ اسے نہ سکھائیں پڑھائیں' اللہ تعالیٰ اسے خود ہی سکھا دے گا۔" دراصل یہ شخص اپنے ساتھیوں کو فقہ وغیرہ کا درس دیتا تھا اور انہیں اس طرح کی من گھڑت حدیثیں سناتا رہتا تھا۔

کافی سال بیت گئے اور میں مکہ مکرمہ آ گیا۔ ایک دفعہ اس شخص کو کہ جو اس وقت امیر بنا ہوا تھا۔ نماز جمعہ سے قبل مجھے حرم مکی میں مل گیا۔ میں اس سے جا ملا اور اسے سلام کہا۔ پوچھا: "کیا آپ ابو شاکر ہیں؟" کہنے لگا: "ہاں!" میں نے کہا: "کیا آپ ہی دمشق میں تبلیغیوں کے امیر تھے؟ اور مجھے کہا تھا کہ اس نوجوان کو نہ سکھاؤ' اللہ تعالیٰ اسے خود ہی سکھا لے گا؟" کہنے لگا: "ہاں!" میں نے کہا: "آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے کا فرمان تو یہ ہے: ((اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ)) "علم سیکھنے سے حاصل ہوتا ہے" (صحیح الجامع) کہنے لگا: "میں نے اس وقت غلطی کی تھی (بعد میں رجوع کر لیا تھا) تو میں نے اسے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ کبھی بھی علم و نصیحت کو رد نہ کرنا۔ اس میں بہت خیر ہے۔

ایک دفعہ ہم تین آدمی تبلیغی جماعت میں گئے۔ گشت کے لئے نکلے تو ایک کمرے میں جا داخل ہوئے۔ اندر کئی نوجوان تاش کھیل رہے تھے۔ کھیل کا نام انہوں نے "الشدہ" رکھا ہوا تھا۔ پتوں پر تصویریں اور نمبر وغیرہ بنے ہوئے تھے۔ میں نے نوجوانوں سے انتہائی شفیقانہ

لہجے میں گفتگو کی اور ان سے کہا کہ: "بھائیو! یہ حرام ہے' وقت ضائع ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ تمہیں یہ کھیل جوا کھیلنے کی طرف لے جائے گا کہ جو کھلاڑیوں کے درمیان دشمنی ڈال دیتا ہے"۔ انہوں نے اس نصیحت کو قبول کیا اور پتے پھاڑنے لگے۔ کچھ پتے انہوں نے مجھے بھی دیئے کہ انہیں پھاڑنے میں میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ میں نے نیکی حاصل کرنے کی خاطر ان کے ساتھ مل کر یہ تاش کے پتے پھاڑ ڈالے۔ پھر وہ نماز کے لئے ہمارے ساتھ مسجد میں آ گئے۔ جب جماعت کے امیر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے مجھے بلوا بھیجا اور میرے پتے پھاڑنے پر اس نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ میں نے اس سے کہا: "جناب انہوں نے خود ہی پتے پھاڑنے میں مشارکت کے لئے مجھے کہا تھا اس لئے میں نے پھاڑ ڈالے۔ مجھ سے پہلے انہوں نے خود ہی پھاڑنے شروع کر دئے تھے۔" مگر امیر جماعت نے اس بات کو ہرگز قبول نہ کیا۔ میں نے جی میں کہا: یہ لوگ کیسی دعوت پیش کرتے پھر رہے ہیں کہ جس میں امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ نہی عن المنکر ہی نہیں۔ اس لئے ان کی دعوت میرے دل میں اتر ہی نہ سکی۔

پھر ایک بار ان کے ساتھ میں اردن بھی چلا گیا۔ دارالحکومت عمان میں انکی ایک بڑی جامع مسجد ہے کہ جس میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہم مسجد میں جا داخل ہوئے۔ وہاں ہم نے نماز ادا کی۔ پھر ایک ذمے دار آدمی نے درس دیا کہ جس میں اس نے انتہائی عجیب و غریب قسم کی باتیں بیان کیں۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

پیارے ساتھیو! زیادہ نہ کھایا کرو کہ اس سے تم پاخانہ زیادہ کرو گے۔ امام غزالی حج کے لئے مکہ مکرمہ گئے۔ پورا مہینہ وہاں رہے اور ایک دن بھی بیت الخلاء نہ گئے (پاخانہ نہ کیا)۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص کہنے لگا: یہ قصہ آپ نے کہاں سے لیا ہے؟ ذرا حوالہ تو دیجئے! تو صاحب ناراض ہوئے اور بات کرنے سے منع کر دیا۔ وہ شخص اس طرح کی بیہودہ اور بے سند باتیں سن کر متنفر ہو گیا اور اجتماع چھوڑ کر مسجد سے باہر نکل گیا۔

پھر اس بیان کرنے والے نے کہ جو "حیات صحابہ" سے پڑھ پڑھ کر سنا رہا تھا۔ کہنے لگا: "اللہ کے رسول ﷺ جب طائف سے واپس پلٹے تو خادم عداس سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ

نے اس سے اس کے علاقے اور شہر کے متعلق پوچھا کہ کہاں کے رہنے والے ہو؟" تو اس نے بتایا کہ "نینویٰ کا۔" آپؐ نے فرمایا: "یونس علیہ السلام کے شہر کا؟ وہ تو نبوت میں میرے بھائی تھے۔" یہ سن کر عداس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سجدے میں گر گیا۔

مجھے اس کی اس قصہ گوئی سے بڑی حیرانی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر کیسے راضی ہو گئے کہ آپ کو سجدہ کیا جائے؟ جب کہ سجدہ تو اللہ کی ذات کے سوا کسی کے لئے جائز ہی نہیں۔ اور یہ کہانی بھی جھوٹی تھی۔ صحیح واقعہ یہ ہے کہ عداس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو بوسہ دینا چاہتا تھا مگر آپؐ نے اسے بھی پسند نہ فرمایا۔ اور یہ بوسہ دینا سجدہ کرنے سے بالکل مختلف ہے۔ یہ کتاب "حیات صحابہ" بھی ضعیف اور موضوع روایات سے بھری پڑی ہے۔ اس میں موجود احادیث اور آثار و قصص کی تخریج بہت ضروری ہے تاکہ صحیح اور ضعیف الگ الگ ہو جائیں۔[1]

---

[1] اس جماعت تبلیغی میں تعظیمی سجدہ کو برا نہیں سمجھا جاتا۔ ویسے بھی صوفیوں میں تعظیمی سجدہ کرنا جائز ہے مثلاً جناب تھانوی صاحب رقم طراز ہیں: "بعض صوفیہ سجدہ تعظیمی کے جواز کے قائل ہیں۔" (افاضات الیومیہ از اشرف علی تھانوی ج ۲ ص: ۷۳) اسی کتاب کا ایک اور مقام ملاحظہ ہو' کہتے ہیں:

"انہوں نے بہت ہی اچھا جواب دیا کہ اسکو نہ پوچھو۔ اس وقت تو شاید سجدہ میں گر جاؤں مگر کیا سجدے میں گر جانا جائز ہو جائے گا۔ یہ عشق کے کرشمے ہیں جہاں پر ضابطے سے کام نہیں چلتا۔" (افاضات الیومیہ جلد ۲ ص / ۷۲)

غیراللہ کو سجدہ کرنے کے لئے ایک تاویل فاسد بھی صوفیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر سجدہ بزرگ کی طرف ہو اور نیت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لکھتے ہیں:

"ممکن ہے مسجود حق تعالیٰ ہوں اور وہ بزرگ جہت سجدہ ہو جیسے سجدہ الی الکعبہ میں مسجود حضرت حق ہیں اور کعبہ جہت سجدہ ہے۔" (بوادر النوادر از تھانوی ص / ۱۲۸)

مزید تاکید کرتے ہوئے جناب اشرف علی تھانوی منع کر رہے ہیں کہ کسی بزرگ کو سجدہ کرنے والے کو برا نہ کہو اور نہ جانو' کہتے ہیں:

"نعم لا یلام علیہم ...... سجدہ کرنے والے پر بھی بوجہ لغزش کے ملامت نہ کریں اور مغرور سمجھیں گے۔" (ابوادر النوادر ص / ۱۳۶)

سجدہ تعظیمی کے متعلق بریلوی فرقہ کے بانی جناب احمد رضا بریلوی کا مسلک بھی اسکی تائید میں ہے وہ لکھتے ہیں: "غیر خدا کو سجدہ تحیت کرنے والا ہرگز کافر نہیں۔" (المبین ص / ۷۰)

ہمارے یہاں محمد علی دولت نے اس کتاب کو طبع کیا ہے۔ میں نے ان سے اسی موضوع پر گزارش کی ہے امید ہے کہ وہ آئندہ اس کا اہتمام کریں گے۔ جب میں نے ان سے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ "اس کتاب میں تو صرف فضائل ہیں' احکام تو نہیں۔" میں نے کہا: "اللہ کے بندے! کیوں نہیں۔ احکام بھی ہیں اور کثرت کے ساتھ ضعیف روایات بھی۔" پھر میں نے انہیں (نمونے کے طور پر) ایک حدیث دکھائی جسے مصنف نے حیات صحابہ میں درج کیا ہے۔ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی گئی ہے:

((اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ))

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم نے اقتداء کر لی' تم نے سیدھی راہ پالی۔"

اس کے متعلق محدثین کا فیصلہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ میری یہ بات سن کر محمد علی صاحب خاموش ہو گئے۔

دمشق میں میری ملاقات "حیات صحابہ" (عربی) پر تحقیق کرنے والے عالم دین شیخ نایف عباسی رحمہ اللہ سے ہوئی۔ میں نے کہا: "جناب آپ کی تحقیق شدہ کتاب میں ایک واقعہ پڑھا ہے کہ جب اللہ کے نبی ﷺ اہل طائف کو اسلام کی دعوت دے کر واپس پلٹے اور انہوں نے آپ کی دعوت کو رد کر دیا اور پتھر مارے تھے تو آپ ایک جگہ پر بیٹھ گئے اور یہ دعا کرنے لگے:

((اَللّٰهُمَّ اَشْكُوْ اِلَيْكَ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِیْ وَهَوَانِیْ عَلَى النَّاسِ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِیْ ؟ اِلٰى عَدُوٍّ يَتَجَهَّمُنِیْ ' اَمْ اِلٰى قَرِيْبٍ مَلَّكْتَهُ اَمْرِیْ ' اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ غَضَبٌ عَلَیَّ فَلَا اُبَالِیْ .....الخ))

"اے اللہ! میں تیرے ہی سامنے اپنی طاقت کے کمزور ہونے' قوت تصرف کے کم ہونے اور لوگوں پر اپنی کمزوری کی شکایت کرتا ہوں۔ اے اللہ! تو مجھے کس کے آگے چھوڑ رہا ہے؟ اس دشمن کے سپرد مجھے کر رہا ہے کہ جو میرے ساتھ ترش روئی سے پیش آتا ہے؟ یا میرے کسی قریبی کے سپرد کر رہا ہے جسے تو نے میرے

معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اگر تیری ناراضگی میرے اوپر نہیں ہے تو پھر مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔"

اس عبارت میں صاف نظر آ رہا کہ آپؐ رب ذوالجلال کو گویا ڈانٹ کر یہ بات کہہ رہے ہیں: "تو مجھے کس کے سپرد کر رہا ہے؟" جب کہ اللہ رب العالمین تو قرآن میں نہایت شفقت سے فرما رہے ہیں کہ: ﴿ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝ ﴾ (الضحی ۹۳/ ۳) اَیْ مَا تَرَكَكَ رَبُّكَ وَمَا اَبْغَضَكَ (تفسیر ابن کثیر) "یعنی اے میرے حبیب ﷺ! تمہارے رب نے نہ ہی تو تمہیں چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ تم سے ناراض ہوا ہے۔" کیا یہ روایت متناً و معناً ضعیف نہیں لگ رہی؟ تو شیخ نایف عباس رحمہ اللہ فرمانے لگے: "واللہ! بات آپ کی بالکل درست ہے۔ اللہ کا رسول اس طرح کی بات نہیں کر سکتا۔ سچی بات ہے کہ میں نے کتاب کی تحقیق تاریخی اور لغوی اعتبار سے کی ہے۔ روایت' سند اور درایت کے اعتبار سے نہیں۔ اس کتاب پر تو شیخ محمد ناصر الدین البانی جیسے بزرگوں کا کام ہونا چاہئے کہ وہ اس کی احادیث کی تخریج کریں۔" میں نے کہا: "شیخ موصوف نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور انہوں نے حکم لگایا ہے کہ اس حدیث کے متن میں گڑبڑ ہے۔"[1]

---

[1] المیہ یہ ہے کہ جو حضرات تبلیغی جماعت کی حکایت پر مبنی دعوت کی دلدل میں پھنس چکے ہیں امید نہیں کہ قرآن و حدیث کی شفاف تعلیمات پیش کرنے پر وہ واپس قرآن و سنت کی تعلیمات کی طرف لوٹ آئیں اور اپنی اصلاح کرلیں کیونکہ ان کے تعصب کا یہ حال ہے کہ ایک عالم دین نے کچھ ضروری حواشی کے ساتھ ان کا تبلیغی نصاب شائع کیا اور (نہایت ہمدردی اور خلوص دل سے) اس میں (موجود) بعض کمزوریوں کی نشاندہی کی تو تبلیغی حلقوں میں طوفان برپا ہو گیا اور اس کے خلاف اشتہار شائع کیا کہ محشی نے ثابت کیا ہے کہ شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب کو فہم حدیث نہیں اور تبلیغی نصاب کی احادیث موضوع ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ یہ کتاب ہرگز نہ پڑھی جائے۔ اس سے لوگوں کے گمراہ ہونے کا یقینی خطرہ ہے (استغفر اللہ) انہوں نے مسلمانان عالم سے اپیل کی کہ اس ایڈیشن کو غرق دریا کر دیا جائے۔ از طرف مولوی دین محمد میواتی' مولوی جمیل احمد الیاسی خطیب مسجد کرزن روڈ دہلی (بحوالہ تبلیغی نصاب ایک مطالعہ از تابش مہدی ص / ۲۳)

اس روش سے آپ ان کی حق پسندی علمی جستجو اور فضائل اعمال وغیرہ سے لگاؤ کی حقیقت کا اندازہ لگا ⬅

ایک دفعہ میں ان کے مرکزی اجتماع میں شرکت کے لئے چلا گیا۔ اس میں ان کے امیر مولانا سعید احمد نے خطاب کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک عمارت کے پاس سے گزرے۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کرام سے پوچھا: "یہ عمارت کس کی ہے؟" انہوں نے کہا کہ "فلاں آدمی کی۔" جب اس عمارت کا مالک نبی ﷺ کے پاس آیا اور اس نے سلام کہا تو آپؐ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا۔ صحابہ کرام نے اسے اس کا سبب بتایا۔ تو وہ صحابی گیا اور اس نے ساری عمارت گرا دی۔ واپس آ کر بتایا اور سلام کہا تو آپؐ نے سلام کا جواب دیا۔ میرا کہنا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس لئے کہ ہمارے سامنے اللہ کے نبی ﷺ کا یہ فرمان پوری صراحت کے ساتھ اس واقعہ کی نفی کر رہا ہے۔ فرمایا:

((نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ)) (رواہ احمد)

"اچھا لائق مال' صالح آدمی کے لئے ہوتا ہے۔"

شروط جماعت کی وضاحت

① لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی وضاحت

کیا اس جماعت نے اس کلمہ طیبہ کے معانی کہ جو حدیث جبریل کی رو سے اسلام کا بنیادی رکن اور اس کا پہلا دروازہ ہے۔ ٹھیک اس طرح سے پوری تحقیق و تطبیق اور فہم و ادراک کے ساتھ سمجھ لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے سمجھائے اور بتلائے ہیں؟ یا اس میں یہ لوگ کوئی گڑ بڑ کر رہے ہیں؟ اور کیا ان کا اس پر پورا پورا عمل اور اس کے نفاذ کے لئے کوئی جدوجہد بھی ہے یا نہیں؟ سچی بات ہے کہ یہ لوگ اس کے حقیقی معانی سے بالکل بے خبر ہیں۔ اس کلمہ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توحید کے تمام حصوں اور تمام اقسام کے ساتھ (توحید ربوبیت' توحید الاسماء والصفات' توحید حاکمیت اور

⇐ ہیں۔ لیکن ہر گروہ فرقہ اور جماعت میں کچھ نہ کچھ ایسے افراد ضرور پائے جاتے ہیں کہ جنہیں حقیقی معنوں میں حق کی تلاش ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے جذبہ صادق اور تڑپ رکھتے ہیں ہمارے مخاطب بھی یہی افراد ہیں۔ امید واثق ہے ایسے میرے بھائی اپنے خیالات افکار اور معتقدات پر ضرور نظر ثانی فرمائیں گے۔

توحید الوہیت میں معبود برحق ہے۔ اس تعریف کے لئے درج ذیل آیات دلیل کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ حقیقت ہے کہ قرآن حکیم اس کے لئے دلائل و براہین سے بھرا پڑا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲﴾ الفاتحة "توحید ربوبیت ...... سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا خالق و مالک رب ہے۔"

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الأعراف ۷/ ۱۸۰) "توحید الاسماء والصفات ۔ ۔ ۔ اس کے پیارے پیارے نام ہیں انہیں کے ساتھ اس کو پکارو۔"

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ (الأنعام ٦/ ٥٧) "توحید حاکمیت ۔ ۔ ۔ حکومت اور فیصلہ صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔"

﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۵﴾ ﴾ (الفاتحة ۱/ ۵) "اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے اور صرف تجھ سے ہی ہم مدد چاہتے ہیں۔"

ان تمام باتوں کا خلاصہ اور معبود برحق ہونے کی دلیل درج ذیل ہے۔ فرمایا:

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۶۲﴾ ﴾ (الحج ۲۲/ ٦۲)

"یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس ہستی کو یہ لوگ اللہ کے سوا (مدد کے لئے) پکارتے (اور اپناتے ہیں) وہ باطل ہے۔ اور بلاشبہ اللہ ہی بڑا رفیع الشان اور بڑائی والا ہے۔"

اگر یہ لوگ کلمہ طیبہ کے پہلے جزء کے معانی خوب اچھے طریقے سے جان لیتے تو دوسری باتوں سے قبل اس کی ضرور دعوت دیتے۔ میں نے تبلیغی جماعت کے کسی شخص سے اس موضوع پر بات نہیں سنی کہ انہوں نے اسے کماحقہ سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی دعوت دی ہو۔ یاد رکھئے کہ جو شخص توحید کو سمجھنے اور اس کی دعوت کا اہتمام نہ کرتا ہو وہ بندہ لامحالہ شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

یہی حال اس کلمہ طیبہ کے دوسرے جزء کا ہے۔ اسے بھی نہ سمجھا جاتا ہے' نہ اس کی تشریح کی جاتی ہے اور نہ سنتوں پر کاربند رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے کہ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوٓا۟ أَعْمَٰلَكُمْ ﴿٣٣﴾ ﴾ (محمد ٤٧/ ٣٣)

"ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی تابع داری کرو۔ (ان دونوں کی اطاعت کے بغیر) اپنے اعمال برباد نہ کرلینا۔"

مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ اس جماعت میں بزرگوں' اماموں اور ولیوں کی بات کو حرف آخر سمجھا جاتا ہے۔ مقابلتاً صحیح حدیث کو بہانے بنا بنا کر اور تاویلیں کر کر کے رد کر دیا جاتا ہے۔ معلوم نہیں ان لوگوں کے نزدیک محمد رسول اللہ (ﷺ) کے کیا معنی ہیں!!؟

۲ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنا

نماز کے قائم کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کی شروط کی پہنچان' اس کے واجبات' ارکان اور جو بھی اس سے متعلق احکام ہیں' ان کا جاننا' سیکھنا اور سکھانا۔ جیسا کہ سجدہ سہو' رفع الیدین' آمین بالجہر' قعدہ' جلسہ' جماعت میں پاؤں کا ساتھ ساتھ ملانا اور آخری تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھتے ہوئے بائیں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا وغیرہ وغیرہ۔ درج ذیل صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے کیا تبلیغی جماعت والے نماز کے ان امور کی تعلیم دیتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

((صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ)) (صحیح بخاری)

"نبی ﷺ نے فرمایا کہ: "جیسا مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو ویسے تم نماز پڑھو۔"

اور کیا تبلیغی جماعت کے ذمہ داروں نے اپنی جماعت کو یہ بتا کھول کر بتادی ہے کہ نماز میں قرأت و تسبیحات کے وقت بندے کی سوچ اور فکر کا وہاں حاضر رہنا اور انتہائی مجبوری کے بغیر ہاتھ پاؤں کو حرکت نہ دینا' خشوع و خضوع ہے؟ غالباً نہیں۔

۳ ذکر کے ساتھ علم

یہ شرط بھی دوسری شروط کی طرح ہے۔ اس کی وضاحت و تحقیق بھی تبلیغی جمات والے نہیں کرتے یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ جب میں نے ایک نوجوان کو موضوع روایت بیان کرنے سے منع کیا تھا تو ان کے امیر نے مجھے کہا کہ اسے تم نہ سکھاؤ اللہ ہی سکھائے گا۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان تو یہ ہے کہ

"علم سیکھنے سے ہی آتا ہے" (صحیح الجامع)

اسی جماعت کا ایک وفد اردن سے مجھے ملنے کے لئے آیا۔ میں نے ان کے سامنے عقیدہ توحید کھول کر بیان کیا اور یہ بات بھی بتائی کہ اللہ ذوالجلال کی ذات آسمان پر ہے جیسا کہ اس نے اپنی سچی کتاب قرآن حکیم میں خود بتلایا ہے۔ فرمایا:

﴿ ءَأَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يَخۡسِفَ بِكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ﴿١٦﴾ أَمۡ أَمِنتُم مَّن فِي ٱلسَّمَآءِ أَن يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبٗاۖ فَسَتَعۡلَمُونَ كَيۡفَ نَذِيرِ ﴿١٧﴾ ﴾ (الملك ٦٧/ ١٦-١٧)

"کیا تم اس ہستی سے جو کہ آسمان پر ہے' بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں سب کو زمین میں دھنسا دے تو پھر وہ تیزی سے حرکت کرنے لگے۔ کیا تم اس ہستی سے کہ جو آسمان پر ہے' نڈر ہو گئے ہو کہ کہیں وہ تم پر پتھروں کی بارش کر دے (ذرا انتظار کرو) عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہوتا ہے۔"

اور پھر میں نے انہیں اس بچی والی حدیث سنائی کہ جس سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تھا: "بتاؤ! اللہ کہاں ہے؟" اس نے کہا تھا: "آسمان پر۔" پھر پوچھا تھا کہ: "میں کون ہوں؟" اس نے کہا تھا: "آپ اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)۔" تب آپؐ نے اس کنیز کے مالک سے فرمایا تھا کہ: "اسے آزاد کر دو یہ ایمان والی ہے۔" (رواہ مسلم)

ان معلومات سے حاضرین کو بہت حیرانی ہوئی۔ (یہ باتیں ان کے علم میں ہی نہ تھیں) انہوں نے مجھ سے علم حاصل کرنے کے لئے کچھ کتابیں' کتابچے مانگے۔ کہ جو میں نے انہیں دے دیئے۔ اس جماعت کے اکثر لوگ علم کی کتابیں پڑھنا بالکل نہیں چاہتے اس وفد میں شامل دو آدمیوں نے علمی کتابیں لینے سے ہی انکار کر دیا۔ میری خواہش تھی کہ وہ ساتھ لے جاتے اور جماعت میں بیٹھ کر پڑھتے پڑھاتے تو انہیں فائدہ پہنچتا مگر انہوں نے یہ ہدیہ رد کر دیا۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ((تَهَادَوْا تَحَابُّوْا)) (صحیح الجامع) "ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو اس سے تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔"

(۴) مسلمانوں کی تکریم حقیقت ہے کہ یہ لوگ اپنے مہمانوں کی عزت و تکریم کرتے

ہیں' بالخصوص کھانا کھاتے وقت۔ علماء کی تکریم پر بھی بہت گفتگو کرتے ہیں۔ مگر وعظ و نصیحت میں بات اپنے منتخب لوگوں کی ہی لیتے ہیں خواہ وہ جاہل ہی کیوں نہ ہوں۔ میں انکے ساتھ کئی شہروں میں گھوما ہوں مگر مجھے انہوں نے ایک بار بھی گفتگو کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا۔ یوں علماء حق کو اپنی وعظ و نصیحت کی مجلسوں سے دور رکھنا بہت نقصان دہ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہالت میں من گھڑت اور جھوٹی احادیث بیان کر جائیں گے اور اصلاح کی کوشش کرو تو برا منائیں گے۔ میں نے سنا کہ وہ کھانے سے متعلق ایک حدیث اکثر بیان کرتے ہیں کہ جو بالکل ثابت نہیں۔ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((تَحَدَّثُوْا عِنْدَ الطَّعَامِ وَلَوْ بِثَمَنِ اَسْلِحَتِکُمْ)) "کھانا کھاتے وقت باتیں ضرور کرو۔ چاہے تمہارے اسلحے کی قیمت سے متعلق ہی کیوں نہ ہوں" (اس موضوع روایت میں اسلحہ کو کتنا حقیر جانا گیا ہے۔ تبلیغی جماعت کی ڈکشنری سے (اپنی حفاظت اور جہاد کیلئے) اسلحہ کا لفظ ویسے ہی حرف غلط کی طرح مٹا دیا گیا ہے اور اس حدیث پر عمل کرنا بھی ضروری تھا اس لئے بیچاروں نے تلواروں' کلاشنوں کی جگہ لوٹے خرید لئے ہیں تاکہ من گھڑت سنت بھی جانے نہ پائے۔ مترجم)

⑤ نیت کا اللہ کے لئے خالص کرنا

یہ بڑی اہم شرط ہے اور ان میں سے بعض کے نزدیک تو انتہائی ضروری اور واجب ہے لوگ دعوت و تبلیغ کی نیت سے نکلتے ہیں اور اپنا مال' وقت بھی خرچ کرتے ہیں۔ اخلاص کا مقام دل ہے اور اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہوتا۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ وہ تبلیغ کے لئے نکلے اور فلاں واقعہ پیش آیا' انہوں نے ایسے کیا اور ویسے کیا۔ ان کی تعداد اتنی تھی اور اتنے لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ یہ ساری باتیں ریاکاری اور ڈینگیں مارنے میں شمار ہوتی ہیں۔ اخلاص کے لئے بھی علم کا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ صاحب نیت کو اس سے پورا پورا فائدہ حاصل ہو اور لوگوں کو بھی اس سے منفعت حاصل ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موضوع پر یہ باب باندھا ہے بابُ العلمِ قبلَ القَولِ وَالعَملِ "قول و عمل سے پہلے علم حاصل کرنے کا باب" اور اس کے لئے امام صاحب نے اللہ ذوالجلال کے اس فرمان سے دلیل پکڑی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ ﴾ (محمد۴۷/ ۱۹)

"جان لو، علم حاصل کر لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود (کسی قسم کی عبادت کے لائق) نہیں۔"

۶ اللہ کی طرف دعوت دینا انکے کام کا یہ چھٹا اصل بہت اچھا ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اسکا اہتمام کرے مگر دعوت الی اللہ اور تبلیغ کی ایک انتہائی اہم اور کڑی شرط ہے کہ جسے اللہ نے قرآن حکیم میں بیان فرمایا ہے:

﴿ قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ﴿۱۰۸﴾ ﴾ (یوسف۱۲/ ۱۰۸)

"کہہ دیجئے کہ یہی میرا راستہ ہے میں پورے یقین و برہان کے ساتھ سمجھ بوجھ کر رب العالمین کی طرف دعوت دیتا ہوں، میں بھی یہ کام کرتا ہوں اور وہ سب لوگ بھی یہی دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں کہ جنہوں نے میری اتباع اختیار کی ہے۔ اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

اللہ اپنے پیغمبر سے فرما رہے ہیں کہ آپؐ جن و انس دونوں مخلوقوں کو مخاطب کر کے انہیں آگاہ کر دیں کہ یہ آپ کا راستہ، طریقہ، مسلک اور سنت ہے اور اس بات کی میں دعوت و تبلیغ کرتا ہوں کہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اپنی ذات و صفات میں تنہا ہے، اسکا کوئی شریک نہیں۔ آپ اس بات کی پوری بصیرت اور پورے علم و فہم کے ساتھ دعوت دیتے ہیں، اس پر آپ کے پاس پورا پورا یقین اور سب دلائل موجود ہیں۔ آپ کے متبعین بھی اسی نہج پر دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں۔ انکے پاس بھی عقلی اور شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ یقین محکم ہوتا ہے۔ (مگر یہ ساری باتیں تبلیغی جماعت میں مفقود ہیں۔ بس جو بزرگوں نے فرمادیا اسی کو آگے نقل کر دیا۔ اسکو بصیرت نہیں کہتے۔ لکیر پیٹنا کہا جاتا ہے۔ مترجم)

مذکورہ بالا آیت میں ﴿ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ ﴾ اور اللہ پاک ہے" کا مطلب ہے کہ اللہ ذوالجلال کو اس بات سے بالکل پاک سمجھتا ہوں، اسے بڑا عظیم اور صاحب جلال مانتا ہوں، اسے بڑا مقدس جانتا ہوں کہ اس کا کوئی شریک ہو۔ یا اس جیسا کوئی ہو، یا اس کے برابر کوئی

ہو' یا اس کی کوئی نظیر و مثل ہو' یا اس کا کوئی بیٹا ہو' یا اس کا کوئی باپ ہو' یا اس کی کوئی بیوی' بیگم ہو' یا اس کا کوئی وزیر' مشیر ہو' یا اس کے نور سے کوئی نکلا ہو' وہ بابرکت اور مقدس ہے۔ ان سارے عیبوں سے وہ پاک' بلند و بالا اور بڑا ہے۔

(دیکھئے تفسیر ابن کثیر عربی جلد نمبر ۲ ص / ۴۹۵)

خلاصہ کلام: یہ ہے کہ اگرچہ یہ شروط نہایت مرتب انداز میں ہیں مگر تبلیغی جماعت والے ان کے نفاذ میں تنقیص کا شکار ہیں۔ بالخصوص علم کے معاملے میں' کلمہ توحید کے تمام اجزاء کو حق ماننے میں اور سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اسی کی طرف دعوت دینے کے معاملے میں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے نبوت کے تیرہ سالہ مکی دور میں اسی بات کی طرف دعوت دی اور اس کے لئے تکلیفیں برداشت کیں۔ مگر آپؐ نے صبر و استقامت سے کام لیا اور اللہ نے آپؐ کی بھرپور مدد فرمائی۔ عرب لوگ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں توحید کے معانی خوب جانتے تھے اسی لئے انہوں نے جلد اسے قبول نہ کیا۔ یہ کلمہ انہیں ایک اللہ کی عبادت اور اسی سے دعا مانگنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو اپنی مصائب و کشائش میں پکارنے سے منع کرنے کا درس دیتا ہے خواہ کوئی ولی اور صالح بندہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ ذوالجلال نے مشرکین کی حالت یوں بیان فرمائی ہے:

﴿ إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا۟ ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِٱلْحَقِّ وَصَدَّقَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ ﴾ (الصافات ۳۷/ ۳۵-۳۷)

"ان کا یہ حال تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ بھلا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دینے والے ہیں؟ (حالانکہ وہ دیوانے یا شاعر نہیں تھے) انہوں نے جھوٹ کہا یہ نبی تو حق لے کر آیا ہے اور وہ پہلے پیغمبروں کی تصدیق بھی کرنے والا ہے۔"

دین وعظ و نصیحت کا نام ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

((الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ، قُلْنَا لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِائِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ)) (رواہ مسلم)

"دین وعظ و نصیحت کا نام ہے۔ (صحابی کہتے ہیں کہ) ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! یہ وعظ و نصیحت کا حق کس کو ہے؟" فرمایا: "اللہ کو' اس کی کتاب کو' اس کے رسول کو' مسلمانوں کے قائدین کو اور عام مسلمان لوگوں کو۔"

<u>پہلی نصیحت</u>: نبی کریم ﷺ کے اس فرمان عظیم پر عمل کرتے ہوئے' میں تمام اسلامی جماعتوں کو نصیحت کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ وہ اس کی پابندی کریں جو قرآن میں آیا ہے اور ان احادیث مبارکہ کی جو آپ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں۔ ان دونوں کو سلف صالحین کے فہم پر اختیار کریں۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' تابعین' تبع تابعین آئمہ مجتہدین اور جو لوگ بھی علماء امت میں سے ان کے طریق پر چلے رحمۃ اللہ علیہم انہوں نے قرآن و سنت دونوں پر عمل کیا۔ تمام صوفیوں کو میری نصیحت ہے کہ دعاء و استعانت میں وہ صرف ایک اللہ کو مشکل کشا' حاجت روا' غوث اعظم' دستگیر و غریب نواز اور کرنی بھرنی والا مانیں کیونکہ اللہ نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ فرمایا یوں کہو:

﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ ﴾ (الفاتحۃ ۱/ ۵)

"رب کریم! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی ہم مدد چاہتے ہیں۔"

صوفیوں کو یہ جان لینا چاہئے اور اسی پر اعتقاد و ایمان رکھنا چاہئے کہ اللہ ذوالجلال اپنی ذات کے اعتبار سے آسمان پر ہے۔ (جیسا کہ سورۃ الملک کی پہلے ذکر کی گئی آیات سے واضح ہو

گیا ہے) نہ کہ ہر جگہ اور ہر چیز میں جیسا کہ وحدت الوجود کا برا عقیدہ ان میں پایا جاتا ہے۔
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اَلَا تَأمَنُونِی وَاَنَا اَمِینٌ مَنْ فِی السَّمَآءِ یَأتِینِی خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَّمَسَاءً))

(متفق علیہ)

• "کیا تم لوگ مجھے امین نہیں سمجھتے؟ حالانکہ اس پروردگار کو مجھ پر اعتبار ہے کہ جو آسمان پر ہے اور صبح و شام میرے پاس اس کی طرف وحی آتی رہتی ہے۔"

(صحیح البخاری کتاب المغازی)

دوسری نصیحت: ان صوفیوں کے لئے یہ ہے کہ اپنے طریقہ ذکر کو صرف قرآن و سنت کے ساتھ مقید رکھیں اور اس پر صحابہ کرام کا عمل دیکھیں۔

تیسری نصیحت: یہ ہے کہ اللہ ذوالجلال کے درج ذیل فرمان کے مطابق اپنے مشائخ کو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ سے کبھی مقدم نہ کریں۔ فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُقَدِّمُوا۟ بَيْنَ يَدَىِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ ﴾

(الحجرات ٤٩/ ١)

"ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کسی بھی کام میں پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔"

یعنی اپنے کسی بھی قول و فعل میں اللہ اور اس کے رسول سے نہ خود آگے بڑھو اور نہ کسی دوسرے کو بڑا مانو۔ (اور نہ اسے ان سے آگے بڑھاؤ)

چوتھی نصیحت: ان کے لئے یہ ہے کہ انہیں صرف ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہئے' جنت کی طمع اور جہنم کے خوف سے اس پکارنا چاہئے۔ جیسا کہ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿ وَٱدْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ ﴾ (الأعراف ٧/ ٥٦) "اسے لالچ اور خوف سے پکارو۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَاَعُوذُ بِهٖ مِنَ النَّارِ (رواہ ابوداؤد بسند صحیح)

"میں (محمد ﷺ بھی) اللہ کریم سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور اس سے جہنم کی پناہ مانگتا

ہوں۔"

پانچویں نصیحت: یہ ہے کہ صوفیوں پر لازم ہے کہ وہ (باقی تمام امت اسلامیہ کی طرح) اس بات کا عقیدہ رکھیں کہ تمام بنی نوع انسان میں سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا فرمایا اور یہ کہ اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب القریشی الہاشمی علیہ التحیۃ والسلام آدم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں کہ جنہیں اللہ نے مٹی سے پیدا فرمایا۔ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ﴾ (الغافر ۴۰/ ۶۷)

"اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا فرمایا' پھر (تمہارے جین کو نطفے میں رکھ دیا اور تمہیں) نطفے سے تخلیق کیا۔"

کسی شخص کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے کہ اللہ رب العالمین نے خاتم النبیین محمد ﷺ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ہو۔ جانی پہچانی بات ہے کہ بلاشبہ آپ کے والدین تھے کہ جن سے آپ پیدا ہوئے (اللھم صل علیه وبارك وسلم)

تبلیغی جماعت کے لیے مخلصانہ نصیحتیں

پہلی نصیحت: تبلیغی جماعت والوں کو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ وہ اپنی دعوت میں ہر اس بات کے پابند رہیں جو کتاب اللہ میں اور صحیح سند سے مروی رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سنن مطہرہ میں موجود ہے۔ قرآن حکیم کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کو وہ سیکھیں' سکھائیں تاکہ ان کی دعوت اللہ ذوالجلال کے اس فرمان کے مطابق ہو جائے۔ فرمایا:

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ (یوسف ۱۲/ ۱۰۸)

"کہہ دیجئے! یہ ہے میرا راستہ اور میں دعوت الی اللہ کا کام پوری بصیرت کے ساتھ کرتا ہوں۔"

اور بصیرت قرآن وسنت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان

ہے کہ: ((اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّم)) ''بلاشبہ علم سیکھنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔''

دوسری نصیحت: ان کے لئے میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ وہ صحیح احادیث کا اہتمام کیا کریں۔ ضعیف اور موضوع روایات سے اجتناب کیا کریں۔ تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کی زد میں نہ آجائیں۔ فرمایا:

((كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ)) (رواہ مسلم)

''انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ میری طرف منسوب ہر بات کو (بغیر تحقیق) آگے بیان کرنا شروع کر دے جو بھی اس نے سنی ہو۔''

تیسری نصیحت: تیسری بات احباب جماعت کے لئے یہ ہے کہ وہ نہی عن المنکر کو امر بالمعروف سے جدا نہ کریں۔ اس لئے کہ اللہ ذوالجلال نے بہت ساری آیات میں ان دونوں کو ساتھ ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العالمین نے درج ذیل آیت میں بھی دونوں کاموں کو اکٹھے ہی بیان فرمایا ہے:

﴿ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٤﴾ ﴾ (آل عمران ۳/ ۱۰۴)

''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے۔ یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ اس بات کا اہتمام فرماتے اور مسلمانوں کو برائی مٹا دینے کا حکم فرماتے۔ فرمایا:

((مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُّنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) (رواہ مسلم)

''تم میں سے جو آدمی کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہئے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے (اور اسے نیکی میں بدل دے) اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان کے ساتھ اس سے منع کرے۔ اگر اس کی بھی وہ جرأت نہ رکھتا ہو تو پھر

اپنے دل سے اس برائی کو برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

چوتھی نصیحت: یہ ہے کہ وہ توحید کی طرف دعوت کا ضرور اہتمام کریں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کے مطابق وہ توحید کو سب باتوں پر مقدم رکھیں۔ فرمایا:

((فَلْيَكُنْ اَوَّلَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) (متفق علیہ)

"لازم ہے کہ سب سے پہلے تم جس بات کی طرف دعوت دو وہ اس بات کی گواہی ہونی چاہئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ: "انہیں یوں دعوت دو کہ وہ سب سے پہلے اللہ کے ایک ہونے کو تسلیم کریں۔"

اخوان المسلمین کی جماعت

جھوٹی، سچی باتوں کے پیچھے پڑے رہنے اور دنیاوی سیاست[1] میں غرق ہونے کی بجائے

---

[1] مصر میں حسن البنا رحمہ اللہ نے اس جماعت کی بنیاد رکھی اور بعد میں سید قطب نے اس کو فکری بنیادیں فراہم کیں۔ یہ جماعت اسلام کے نفاذ کا نعرہ لے کر اٹھی لیکن پھر میدانِ سیاست میں کود پڑی۔ سیاست کا رنگ چڑھا۔ حکمرانوں سے مخالفت ہوئی، اقتدار کے حصول کی رسہ کشی نے اسے حکمرانوں کی تکفیر پر مجبور کر دیا اور یوں وہ حکمرانوں کی تکفیر میں اس قدر آگے بڑھی کہ تکفیری گروپ کی شکل اختیار کر گئی۔ اس کے دو دھڑے ہو گئے، ایک پارلیمنٹ اور جمہوری سیاست کا حامی جب کہ دوسرا مخالف۔ نابینا شیخ عبدالرحمٰن جو امریکی جیل میں قید ہیں، وہ بھی اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اقتدار کے حصول کے لئے انہوں نے جمہوری طریقہ بھی اپنایا لیکن ناکام رہے بالآخر حکمرانوں سے مسلح ہو کر ٹکرانے کے لئے تیار ہوئے۔ الجزائر میں اسلامک فرنٹ کے تحت بھی حکومت کے ساتھ جو ٹکراؤ ہو رہے ان میں یہ بھائی شامل ہیں۔ جدید الحادی تہذیب و تمدن سے یہ لوگ بہت متاثر ہیں۔ اسلامی شعار اور سنتوں کو یہ لوگ بہت ہلکا اور غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً داڑھی کی سنت ہے جس کو اس کے افراد ضروری نہیں سمجھتے بلکہ ابتدائی قیادت تک اس شرف سے محروم ہے۔ موسیقی کا اپنانا وضع قطع میں یہود و نصاریٰ کی مشابہت کرنا وغیرہ ان میں عام دیکھنے میں آتا ہے۔ تصوف کے باطل اور غلیظ اثرات ان کی قیادت تک میں بہت گہرے سرایت کر چکے ہیں۔ توحید خالص کی دعوت کو ان کے نزدیک اختلافی مسائل میں شمار کیا جاتا ہے۔ شاید انتخابی سیاست کو توحید کی دعوت مجروح کرتی ہے اس کے پیش کرنے سے مشرک، بدعتی اور کافران کو ووٹ نہ دیں گے۔ اس بنا پر یہ جماعت عملی طور پر دعوت توحید سے بہت دور ہو چکی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس جدید دور میں یہ جماعت اپنے جدید افکار، نظریات اور عقائد کی بنا پر سلف صالحین کے طریقہ سے ہٹ کر ایک بالکل نئے طریقہ حیات کو اپنا کر ایک نئے فرقے کا روپ دھار چکی ہے کہ جس کی تعلیمات سلف صالحین کے علاوہ موجودہ مسالک کے اعتبار سے بھی سب سے جدا ہیں۔ جب کبھی اس جماعت کے رکن سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں متداولہ اور موجودہ کسی گروہ سے تعلق نہیں رکھتا، ہاں! میرا تعلق تو صرف اخوان المسلمین سے ہے۔ یوں وہ باور کروا دیتا ہے کہ میں ایک نئے فرقہ اور جماعت اخوان سے تعلق رکھتا ہوں۔ اب اس جماعت کے دونوں دھڑے اپنے اپنے افکار کے ساتھ مصروف عمل ہیں اور خالص توحید و سنت والے اسلام سے ان کی دوری کی خلیج ہے کہ دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اللہ ان بھائیوں کو قرآن و سنت کی شاہراہ پر دوبارہ گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اس جماعت کے ذمہ داران کو میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ وہ اپنے افراد جماعت کو توحید کی درج ذیل تمام اقسام پڑھائیں اور یاد کروائیں:

① توحید ربوبیت اس بات کا اقرار اور قلبی ایمان ہو کہ زمین و آسمان میں تمام جہانوں کے سب افراد کا پیدا کرنے والا' مالک' نگران و نگہبان اور ان سب کی روزی کا ذمہ دار صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔

② توحید الاسماء والصفات اس بات کا اقرار و ایمان کہ جیسے نام اور جیسی صفات اللہ رب العالمین کی ہیں۔ ویسے نام اور ویسی صفات کسی اور کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ "اس جیسی نہ کوئی اور ذات' نہ کسی کی کوئی صفت۔" سلف صالحین کی طرح یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اس کی ذات و صفات کی نہ مثال بیان کی جاسکتی ہے نہ کیفیت اور علت بیان کی جاسکتی ہے۔ نہ ہی اس کی صفات کو معطل مانا جا سکتا ہے۔ نہ ہی یہ عقیدہ ہو کہ اللہ نے اپنی کوئی صفت کسی کو ہبہ کر دی ہو یا اسے عاریتاً دے رکھی ہو۔ اور یہ کہ اس کی تمام صفات غیر محدود اور دائمی ہیں۔ وہ اکیلا خالق ہے باقی سب مخلوق ہیں۔ نہ اس نے کسی کو جنم دیا ہے اور نہ کسی نے اسے پیدا کیا ہے۔ وعلی هذا العلم والیقین قرآن و سنت میں اس حوالے سے جو بھی' جتنا بھی اور جیسا کچھ ذکر ہوا ہم بغیر تاویل کے اسے ویسا ہی تسلیم کرلیں اور اسی پر ایمان رکھیں۔ یہ توحید الاسماء والصفات ہے۔

③ توحید حاکمیت اس بات کا پختہ عقیدہ کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کی ملک ہے اس لئے زمین و آسمان میں قانون' حکومت' دستور' دین اور شریعت بھی اللہ کی۔ حاکم و محکوم دونوں میں سے جو بھی شریعت الٰہی کو تسلیم نہ کرے اس کا ایمان اللہ کے ہاں ناقابل قبول ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ ﴾

(النساء٤/ ٦٥)

"(اے رسول) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ تب تک مومن نہیں ہو سکتے

جب تک اپنے تنازعات واختلافات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں کسی بھی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ خوشی سے اس کو تسلیم کرلیں۔"

اور یاد رکھ لیں کہ اللہ کا نبی اپنی مرضی سے فیصلہ کبھی نہیں کیا کرتا تھا اس کا ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا تھا۔ (اللهم صل عليه وبارك وسلم)

﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾

(المائدة٥/ ٤٤)

"اور جو اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔"

(۴) توحید الوہیت اس بات کا پختہ عقیدہ ہو کہ قلبی' لسانی' جسمانی اور مالی عبادت کی تمام اقسام و انواع اور ان کے تمام اجزاء ایک اللہ کے لئے ہوں۔ ان میں سے کچھ بھی کسی اور کے لئے نہ ہو۔ یہ توحید الوہیت ہے۔

توحید کی ان تمام انواع واقسام اور موضوع توحید کے تمام اجزاء کا جاننا تمام جماعتوں کے افراد کے لئے اس لئے لازم ہے کہ یہی دین کی بنیاد ہے اور یہ انتہائی اہم ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ لوگوں اور ملکوں کے حالات سے بالکل ہی ناواقف رہا جائے بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ افراط و تفریط نہ ہو۔

اس جماعت کے لئے میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ: اسلامی عقیدہ کے مخالف تصوف کے نظریات سے وہ دور رہیں۔ میں نے ان کے بہت سارے افراد کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں ان افکار باطلہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مصر میں ان کے امیر عمر تلمسانی نے اپنی کتاب "شہید المحراب" میں ان خطرناک تصوف کے عقائد کو بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس کتاب میں موسیقی سیکھنے کے لئے بھی کہا ہے۔ اسی طرح سید قطب نے اپنی کتاب "فی ظلال القرآن" میں' سورۃ الحدید کی تفسیر کے آغاز میں' صوفیوں کے نظریہ "وحدۃ الوجود" کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح بہت ساری باطل تاویلیں بھی کی ہیں۔ میں ان کے

بھائی محمد قطب سے کہ جو "الشروق" کی اشاعت و ترسیل کے مدیر ہیں' اس کتاب میں عقیدے کی غلطیاں درست کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے اس کی تصحیح سے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے: "میرے بھائی خود اس کے ذمہ دار ہیں۔" پھر اس سلسلے میں انہوں نے مجھے' مکہ سے نکلنے والے "مجلۃ التوعیہ" کے نگران اعلیٰ / الشیخ عبداللطیف بدر سے ملنے کے لئے زور دیا۔ (مگر یہ ساری کاوش بے فائدہ رہی)۔ الاخوان کے تیسرے بہت بڑے مصنف "سعید حوی" اپنی کتاب "تربیتنا الروحیہ" میں تصوف کے عقائد کا کھل کر ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح شام میں اس جماعت کے شیخ / محمد حامد نے اپنی کتاب "درود علی اباطیل" تحفے میں دی۔ اس کتاب میں اچھے اچھے موضوعات بھی ہیں جیسا کہ تمباکو نوشی وغیرہ کا حرام ہونا۔ مگر شیخ موصوف نے اپنی کتاب میں ابدالوں' قطبوں اور غوثوں کا ذکر بھی کیا ہے اور بتایا ہے کہ کوئی بھی شخص اتنی دیر تک غوث نہیں بنتا جب تک اس سے التجائیں نہ کی جائیں۔ حالانکہ غوثوں' ولیوں اور قطبوں کی طرف التجائیں کرنا سرا سر شرک ہے کہ جو اعمال کو برباد کر دیتا ہے۔ مذکورہ بالا افکار صوفیہ باطل نظریات ہیں کہ دین اسلام جن کا کھل کر انکار کرتا ہے۔ میں نے شیخ محمد حامد کے بیٹے عبدالرحمٰن سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے والد کی کتاب پر ایسے نظریات کے رد میں تعلیقات لکھے مگر اس نے انکار کر دیا۔

تیسری نصیحت میری ان کے لئے یہ ہے کہ اپنے سلفی بھائیوں کے ساتھ غصہ اور کینہ نہ رکھیں کیونکہ یہ لوگ عقیدہ توحید کی طرف پلٹ آنے' بدعات و خرافات کو چھوڑ دینے اور کتاب و سنت کے ساتھ کے زندگی کے فیصلے کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ تو یہ ان کے بھائی ہیں۔ اور اللہ ذوالجلال فرماتے ہیں کہ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)) (متفق عليه)

"تم میں کوئی شخص اتنی دیر تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک وہی کچھ اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

سلفی حضرات اور انصار السنۃ المحمدیۃ

ان بھائیوں کے لئے میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ وہ تحکم الی الکتاب والسنۃ اور توحید کی طرف مستقل مزاجی سے دعوت دیتے چلے جائیں۔ اسی طرح دوسرے اہم امور کی طرف بالاستمرار دعوت دیتے رہیں۔

دوسری نصیحت یہ ہے کہ اپنے طریقہ دعوت میں نرمی پیدا کریں۔ اللہ رب العالمین کے درج ذیل فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے الفاظ کو نرم رکھا کریں' بالمقابل مخاطب چاہے جیسا بھی ہو۔ فرمایا:

﴿ ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ۖ وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ﴾ (النحل ۱۶/ ۱۲۵)

"اے مخاطب! اپنے رب کے رستے (دین اسلام) کی طرف لوگوں کو حکمت و دانائی اور اچھی وعظ و نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔"

جناب موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو بھی اللہ ذوالجلال نے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ فرمایا:

﴿ ٱذْهَبَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُۥ طَغَىٰ ﴿٤٣﴾ فَقُولَا لَهُۥ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُۥ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ ﴿٤٤﴾ ﴾ (طٰہٰ ۲۰/ ۴۳-۴۴)

"ہارون اور موسیٰ! تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔" (اور راہ راست پر آجائے)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

((مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرِمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ)) (رواہ مسلم)

"جسے نرمی سے محروم کر دیا گیا اسے تمام بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔"

اپنے بھائیوں کو تیسری نصیحت یہ کرنا چاہتا ہوں کہ: "اس راستے میں انہیں جتنی بھی تکلیف آئے اس پر وہ صبر کریں تو اللہ تعالیٰ اپنی نصرت و تائید کے ذریعے ان کے ساتھ ہو گا۔ إن شاء الله

اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٧﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿١٢٨﴾ ﴾ (النحل ١٦/ ١٢٧-١٢٨)

"اور صبر ہی کرو، تمہارا صبر بھی اللہ کی مدد سے ہے۔ اور ان سے متعلق غم نہ کرو۔ جو یہ بد اندیشی کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوں۔ کچھ شک نہیں کہ جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکوکار ہیں اللہ ان کا مددگار ہے۔ (تقویٰ اور نیکی کا تقاضا ہے کہ مصاحب و آلام پر صبر کرتے ہوئے کتاب و سنت کی دعوت کا کام کیا جائے)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے کہ:

((اَلْمُؤْمِنُ الَّذِیْ یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلَی اَذَاھُمْ اَفْضَلُ مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلَی اَذَاھُمْ)) (رواہ احمد)

"وہ مومن آدمی کہ جو لوگوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے اس مومن شخص سے افضل ہے جو لوگوں میں مل جل کر نہیں رہتا اور نہ ہی ان کی طرف سے تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔"

چوتھی نصیحت اپنے سلفی بھائیوں کے لئے یہ ہے کہ وہ مخالفین کی اس بات کی طرف کبھی دھیان نہ دیں کہ تمہاری تعداد تھوڑی ہے۔ اس لئے کہ اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴿١٣﴾ ﴾ (سبا ٣٤/ ١٣)

"اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہی لوگ ہیں۔"

اور پھر رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

((طُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ، قِیْلَ: مَنْ ھُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: اُنَاسٌ صَالِحُوْنَ قَلِیْلٌ فِیْ اُنَاسٍ

سُوءٍ کَثِیرٍ' مَنْ یَّعْصِیْهِمْ اَکْثَرُ مِمَّنْ یُّطِیْعُهُمْ))

(صحیح رواہ احمد وابن المبارک)

"غرباء کے لئے خوشخبری ہو۔ (صحابہ نے) پوچھا یہ کون خوش نصیب لوگ ہیں' اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: "صالح لوگ' جو کثیر تعداد کے لوگوں میں سے بہت تھوڑے ہوں گے۔ لوگوں میں سے جو اللہ ذوالجلال کی نافرمانی کرتے ہیں وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہوتے ہیں جو اطاعت کرتے ہیں۔"

حزب التحریر

ان کے لئے میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ دوسروں سے شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرنے سے پہلے اپنے آپ پر اسلامی تعلیمات کو لاگو کریں۔[1] آج سے تقریباً بیس سال پہلے شام میں اس جماعت کے دو نوجوان مجھ سے ملے۔ داڑھیاں ان کی منڈی ہوئی تھیں اور ان کے مونہوں سے سگریٹ کی بدبو آرہی تھی۔ وہ مجھ سے اس بات پر بحث کرنے لگے کہ میں ان کی جماعت میں شامل ہو جاؤں۔ میں نے ان سے کہا: ”تم داڑھیاں منڈواتے ہو اور تمباکو نوشی کرتے ہو' حالانکہ یہ دونوں کام شریعت میں حرام ہیں۔ علاوہ ازیں تم لوگ عورتوں سے مصافحہ بھی جائز سمجھتے ہو جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان تو یہ ہے:

---

[1] افسوس اور بدقسمتی ہے کہ یہ بھی مسلمانوں کا ایک گروہ ہے کہ جس کے زہریلے اثرات عرب ملکوں میں کافی حد تک پھیل چکے ہیں۔ ان کی توانائیاں سب سے زیادہ مسلمان حکومتوں کے خلاف صرف ہوتی ہیں کہ کسی طرح رات سے دن بھی نہ چڑھا ہو اور مسلمان حکومتوں کو ختم کر دیا جائے۔ یہ مسلمان حکمرانوں کو طاغوت قرار دے کر ان کے خلاف اٹھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ کفر کے فتوے لگانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔ انہوں نے بڑی [illegible] کے بعد اپنا نعرہ اور سلوگن وہ چنا ہے جو فطری طور پر ہر مسلمان کے دل کی آواز ہے اور وہ ہے ”نظام خلافت کا احیاء“ ہر مسلمان چونکہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کی شان و شوکت رفعت و عظمت' سطوت و طاقت' عزت و تکریم صرف خلافت کے دور میں رہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے دوبارہ دنیا پر چھا جانے کا ذریعہ بھی خلافت کا احیاء ہے۔ اب اس خوبصورت اور حقیقت پر مبنی نعرے کے ذریعے یہ لوگ اپنی جھوٹی دعوت اور غیر حقیقی فکر لوگوں میں مقبول بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کئی بھولے بھالے مسلمان خلافت کے احیاء کا نعرہ سن کر ان کے دامن فریب میں لاعلمی کی بنا پر پھنس بھی جاتے ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ خلافت کا احیاء اور قیام نتیجہ اور ثمرہ ہے جہاد کا۔ جہاد کھڑا ہو گا' جہاد قائم ہو گا' کافروں صلیبیوں اور اللہ کے دشمنوں سے معرکے ہوں گے' پھر ان پر اللہ تعالیٰ کامیابی اور فتح عطا کرے گا۔ تو جہاد کی بنیاد پر حاصل ہونے والی اس کامیابی کے نتیجے میں تمام حاصل کردہ روئے زمین پر خلافت قائم ہو گی' جیسا کہ تاریخ بھی اس حقیقت کی شاہد ہے۔

مقام حیرت ہے کہ جس چیز کے ذریعہ خلافت کا قیام ہوتا ہے اس کے یہ زبردست مخالف ہیں یعنی جہاد۔ کہتے ہیں: "ہم جہاد اس وقت تک نہ کریں گے جب تک خلافت نہ قائم ہو جائے۔" ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ کے بندو! جب جہاد کرو گے تو فتوحات ہوں گی' مسلمانوں کا ایک خلیفہ بنے گا اور پھر خلافت قائم ہو گی.... اگر جہاد ہی نہ کرو گے تو خلافت کیسے قائم ہو گی!!؟

بہرحال یہ لوگ جہاد کے مخالف ہیں کہتے ہیں کہ ہم رائے عامہ ہموار کر رہے ہیں جب تمام ملکوں میں رائے عامہ ہموار کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو لوگ کہہ دیں گے اور خلافت قائم ہو جائے گی!! یا للعجب..... مسلمانوں ملکوں میں ۴۷ سال ہو گئے ان کو رائے عامہ ہموار کرتے ہوئے لیکن اب تک نتیجہ صفر ہے۔ جب کہ چیچنیا و کشمیر کے مسلمان تباہ و برباد ہو گئے اور یہ لوگ رائے عامہ ہموار کرنے میں لگے رہے اور یہی تو کافر چاہتے ہیں۔ حکمرانوں کے خلاف آیات پڑھ کر فتوے لگانا اور ان کو کافر بنانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ آج کل یہ لوگ پاکستان میں بہت سرگرم ہیں اور لوگوں کو جہاد سے روک رہے ہیں۔ چونکہ پاکستان جہاد کا بیس کیمپ اور کافروں کے لئے مسلسل درد سر بن چکا ہے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں میں سے ایسے لوگ پیدا کر کے ایسی جگہوں پر پہنچا دیئے ہیں کہ جو ان کو اوٹ پٹانگ دلیلیں دے کر قائل کر رہے ہیں کہ جہاد نہ کرو ابھی جہاد کرنے کا وقت نہیں آیا۔ یہ ایک خطرناک چال اور سازش ہے جہاد کے خلاف اور پاکستان کے خلاف۔

اگر اس جماعت کی تمام کوششوں کو بنظر تحسین بھی دیکھا جائے تو پھر آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ یورپ و امریکہ اس حقیقت کو بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں خلافت کا احیاء ان کی موت ہو گی۔ ان کی چودھراہٹ اور اجارہ داری کا خاتمہ ہو گا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے نہ صرف ان کو برطانیہ میں اپنے ادارے' دفاتر و مراکز قائم کرنے کی اجازت دی ہوئی ہے بلکہ وہ ان سے تعاون بھی کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ واقعی خلافت کا احیاء اور اس کے لئے صلیبیوں و یہودیوں کے خلاف کام کرتے تو وہ لوگ کبھی بھی اپنے ملکوں میں ان کو رہنے نہ دیتے لیکن دنیا جانتی ہے کہ ایسی جماعتوں اور خاص طور پر حزب التحریر کے بنیادی دفاتر ایک لمبے عرصے سے برطانیہ میں قائم ہیں اور وہاں سے ہی اس جماعت کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ اس جماعت کا سربراہ لندن میں مقیم ہے اور وہ لندن میں بیٹھ کر خلافت کا نعرہ لگاتا ہے' دوسرے لفظوں میں کہتا ہے کہ ہم مسلمان خلافت قائم کر کے یورپ و امریکہ پر جہاد کر کے قبضہ کر لیں ...... لیکن امریکہ و یورپ اس کے باوجود خاموش ہیں .... کیوں؟..... ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ کالا یہ کہ.... وہ جانتے ہیں کہ یہ کام تو وہی کر رہے ہیں جو ہم نے ایک حکمت عملی کے ذریعہ ان کے سپرد کر رکھا ہے.... یہ نعرہ تو صرف وہ مسلمانوں کو اپنے اردگرد اکٹھا کرنے کے لئے .. لگا رہے ہیں..... جیسے انتخابات کے موقع پر ہر امیدوار لوگوں سے ووٹ لینے کے لئے ان کو سبز باغ دکھاتا ہے تاکہ

((لَاَنْ يُّطْعَنَ فِيْ رَأْسِ اَحَدِ كُمْ بِمِخْيَطٍ مِنْ حَدِيْدٍ خَيْرٌ لَّهُ من اَنْ يَّمَسَّ اِمْرَأَةً لَا تَحِلُّ لَهُ)) (صحيح رواه الطبراني)

"اگر تم سے کسی آدمی کے سر میں لوہے کے سوئے کے ساتھ سوراخ کر دیا جائے تو اس کے لئے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لئے حلال نہ ہو۔"

وہ دونوں نوجوان مجھ سے کہنے لگے کہ: "صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیعت کے وقت عورتوں سے مصافحہ کر لیا کرتے تھے۔" میں نے ان سے کہا: "کل تم دونوں یہ حدیث لا کر مجھے دکھاؤ۔" وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے اور آج تک پلٹ کر واپس نہیں آئے۔ اس سے ان کا جھوٹ ثابت ہو گیا۔ واضح ہو کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایسی کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی ﷺ کا عورتوں سے بیعت لینا بغیر مصافحہ کے ثابت کیا ہے۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اخوان المسلمین والے بھی عورتوں سے مصافحہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ محمد الغزالی اور یوسف القرضاوی نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ میرا یوسف القرضاوی سے اس موضوع پر مناقشہ بھی ہوا۔ انہوں نے اس لڑکی والی حدیث سے استدلال لیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک تھام لیا تھا کہ آپؐ اسے ساتھ لے جا کر اس کی کسی ضرورت تک پہنچا سکیں۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا اس حدیث سے استدلال لینا بالکل غلط ہے

◄ وہ اس کو ووٹ دے دیں۔
اس جماعت کے حاملین بھی اسلامی وضع قطع بود و باش اور سنتوں کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔ اگر داڑھیاں رکھیں بھی تو بطور سمبل نشانی کے کٹی ہوئی ہوں گی۔ شلواریں نمازوں میں بھی ٹخنوں سے نیچے گویا ان کو آداب نماز کا بھی علم نہیں۔ البتہ اسلامی رنگ کے برعکس مغربی و یورپی رنگ ان پر نمایاں ہو گا' انگریزی خوب بولتے اور سمجھتے ہوں گے۔ عورتوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں' اسی طرح کے اور بہت سے امور ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان کو اسلام کے سچے خادم بنائے۔ آمین

کیونکہ اس لڑکی نے جب اللہ کے نبی ﷺ کے ہاتھ کو پکڑا تو اسے چھوا نہیں بلکہ اس نے تو آپؐ کے ہاتھ پر پڑی قمیض کی آستین کو چھوا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((لَا وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدَہٗ یَدُ امْرَأَۃٍ قَطُّ فِی الْمُبَایَعَۃِ ' مَا بَایَعَھُنَّ اِلَّا بِقَوْلِہٖ : قَدْ بَایَعْتُکِ عَلٰی ذٰلِکَ)) (رواہ البخاری)

"نہیں اللہ کی قسم! بیعت کے وقت آپؐ کے دست مبارک کو کبھی بھی کسی عورت کے ہاتھ نے نہیں چھوا۔ آپؐ نے ہمیشہ ان سے ان الفاظ کے ساتھ بیعت لی ہے 'میں نے تمہاری بیعت اس پر قبول کی۔"

اور آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

((اِنِّیْ لَا اُصَافِحُ النِّسَاءَ)) (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح)

"میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔"

حزب التحریر کے ایک انتہائی اہم ذمہ دار شیخ کا خطبہ میں نے اردن میں سنا کہ جس میں وہ ایسے حکام (حکمرانوں) کو بہت برا بھلا کہہ رہے تھے جو شریعت الٰہیہ کے بغیر فیصلے کرتے ہیں۔ جب میں ان کے گھر گیا تو ان کے سسر جی نے مجھ سے شکایت کی کہ شیخ صاحب نے اپنی بیوی کے چہرے پر غصے سے مارا ہے جس سے اس بیچاری کی آنکھ انتہائی متاثر ہوئی ہے۔ میں نے اس سے کہا: "آپ حکام بالا سے تو شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں جب کہ آپ اپنے گھر میں شریعت نافذ نہیں کر سکتے؟ کیا یہ بات درست ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کے چہرے اور اس کی آنکھ پر مارا ہے؟" کہنے لگا: "ہاں! مگر میں نے تو صرف چائے کا کپ ہی اسے مارا تھا۔ یہ کوئی خاص مار تو نہ ہوئی ناں!" میں نے کہا: "اللہ کے بندے! سب سے پہلے اپنے آپ پر اسلام کو نافذ کر۔ اس کے بعد دوسروں سے اس کے نفاذ کا مطالبہ کر۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

((مَا حَقُّ زَوْجِ اَحَدِنَا عَلَیْہِ؟ قَالَ : اَنْ تُطْعِمَھَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَکْسُوْھَا اِذَا اکْتَسَیْتَ وَلَا تَضْرِبَ الْوَجْہَ وَلَا تُقَبِّحَ وَلَا تَھْجُرَ اِلَّا فِی الْبَیْتِ)) (صحیح اخرجہ الاربعۃ)

"ہم میں سے ہر آدمی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "جب اور جیسا تو کھائے اسے بھی کھلا اور جب و جیسا تو پہنے اسے بھی پہنا' چہرے پر نہ مار' خیر کے کاموں سے اسے منع نہ کر اور اپنے گھر کے سوا کہیں بھی اس سے جدائی اختیار نہ کر۔"

اسی طرح آپؐ کا ایک فرمان گرامی یہ بھی ہے:

((إِذَا ضَرَبَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ' فَلْيَتَّقِ الْوَجْهَ)) (حسن' رواه ابوداؤد)

"تم میں سے کوئی آدمی جب اپنے خادم کو مارنا چاہے تو لازم ہے کہ اس کے چہرے کو بچائے۔"

جہادی اور دیگر جماعتیں

① ان کے لئے میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ اپنی دعوت میں نرمی پیدا کریں۔ اللہ ذوالجلال کے اس فرمان کے مطابق بالخصوص کہ جس میں اس نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کافر کی طرف بھیجا تھا۔ فرمایا:

﴿ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿١٧﴾ فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ ﴾

(النازعات ۷۹/ ۱۷۔۱۸)

"فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ سرکش ہو رہا ہے۔ اور اس سے کہو' کیا یہ چاہتا ہے کہ تو گناہوں سے پاک ہو جائے؟"

اس طرح جو سلفی حضرات کے لئے نصیحت والے باب میں گزر چکا ہے۔ اسے بھی پڑھیں اور اختیار کریں۔

② مسلم قائدین' ائمہ کرام اور حکام کے لئے میری نصیحت ہے کہ: جہاد کرنے والے لوگ حق پر اور ان کی اطاعت پر اپنے اولیاء الامور کی مدد کریں۔ اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں وہ ان کے مددگار بنیں اور انہیں نرمی کے ساتھ نصیحت کریں۔ جب ان سے کوئی غلطی یا بدسلوکی سرزد ہو جائے تو ان کے خلاف تلوار نہ سونت لیں۔ امام نووی رحمہ اللہ کی "اربعین نووی" کی شرح میں امام خطابی رحمہ اللہ کی گفتگو ملاحظہ فرمالیں۔ "عقیدہ طحاویہ" کے مصنف امام طحاوی رحمہ اللہ (حنفی المسلک) کا کہنا ہے کہ: ہم اپنے حکام کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اور نہ ہی اپنے امراء کے خلاف چاہے وہ ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ اور نہ ہی ہم ان کے خلاف بددعا کرتے ہیں اور نہ ہی ہم اپنی اطاعت کا ہاتھ ان سے کھینچتے ہیں۔ جب تک وہ گناہ کا حکم نہ دیں ہم ان کی اطاعت اللہ کی طرف سے واجب سمجھتے ہوئے کرتے ہیں۔ اور ہم ان کے صلاح وعافیت کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے کہ:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ﴾

(النساء٤/ ٥٩)

"اے ایمان والو! اللہ' اللہ کے رسول اور اپنے امراء کی اطاعت کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِی فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَی اللّٰه 'وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِی وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِی)) (رواہ البخاری ومسلم)

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی' جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((اِنَّ خَلِیْلِیْ اَوْصَانِیْ اَنْ اَسْمَعَ وَاُطِیْعَ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا مُجَدَّعُ الْاَطْرَافِ))

(رواہ مسلم)

"میرے دوست' میرے خلیل (نبی کریم ﷺ) نے مجھے نصیحت فرمائی کہ امیر کی بات کو سنوں اور اس کی اطاعت کروں چاہے وہ بد شکل حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلَی الْمَرْءِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِهَ اِلَّا اَنْ یُّؤْمَرَ بِمَعْصِیَةٍ فَاِنْ اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ)) (متفق علیہ)

"آدمی پر ہر اس چیز میں کہ چاہے وہ اسے اچھی لگے یا بری سننا اور اطاعت کرنا ہے سوائے اس کے کہ اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے۔ اگر اسے کسی معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع واطاعت نہیں۔"

سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((کَانَ النَّاسُ یَسْئَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم عَنِ الْخَیْرِ وَکُنْتُ اَسْاَلُهُ

عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةً اَنْ يُّدْرِكَنِيْ ' فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَّ شَرٍّ ' فَجَاءَنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ ' فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ ' قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالَ نَعَمْ وَ فِيْهِ دَخَنٌ قَالَ: قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ ' تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَ تُنْكِرُ ' فَقُلْتُ: هَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ ' دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ ' مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا ' فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! صِفْهُمْ لَنَا؟ قَالَ : نَعَمْ هُمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا ' قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَمَا تَرٰى اِنْ اَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ ۔ قُلْتُ: فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَّلَا اِمَامٌ؟ قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ عَلٰى اَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

(رواه البخاری ومسلم)

"لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے بھلائی کے متعلق پوچھتے جب کہ میں آپؐ سے برائی کے متعلق اس ڈر سے پوچھتا کہ کہیں یہ مجھے نہ آلے۔ میں نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول ہم جہالت اور برائی میں تھے مگر اللہ نے ہمیں یہ (دین اسلام کی) بھلائی عطا فرما دی۔ تو کیا اس بھلائی کے بعد پھر برائی آسکتی ہے؟" آپؐ نے فرمایا: "ہاں۔" میں نے کہا: "کیا اس شر کے بعد پھر بھلائی کا امکان ہے؟" فرمایا: "ہاں! مگر اس میں داغ دھبہ ہو گا" میں نے عرض کیا: "وہ دھبہ کیا ہو گا؟" تو آپؐ نے فرمایا: "اس دور میں ایسے لوگ ہوں گے کہ میرے طریقے کے علاوہ دوسری راہ اختیار کریں گے اور میری سنت کے علاوہ اور سنت اختیار کریں گے۔ ان میں اچھی باتیں بھی ہوں گی اور بری بھی۔" میں نے پوچھا: "کیا اس بھلائی کے بعد پھر برائی آجائے گی؟" فرمایا: "ہاں! ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو جہنم کے دروازے کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ جس نے ان کی دعوت کو قبول کیا وہ اسے جہنم میں پھینک دیں گے۔" میں نے عرض کی: "اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے ان کی پہچان بیان فرمائیں۔" فرمایا: "ہاں! سنئے! ان کے رنگ روپ اور زبان ہم جیسے

ہوں گے" (مگر کام ہم جیسے نہیں ہوں گے) میں نے پوچھا: "اے اللہ کے رسول! اگر میں اس دور کو پاؤں تو آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟" فرمایا: "مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑنا۔" میں نے اللہ کے رسول! اگر اس وقت نہ ہی مسلمانوں کی جماعت ہو اور نہ ہی ان کا امام تو پھر؟" فرمایا: "تب تمام فرقوں کو چھوڑ دے اور الگ تھلگ رہنا چاہے تو کسی درخت کی جڑ کو ہی (گزارہ کرنے کے لئے) تاحیات چباتا رہے حتیٰ کہ تجھے اسی حالت میں موت آجائے۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ رَأٰی مِنْ اَمِیْرِہٖ شَیْئًا یَکْرَھُہٗ فَلْیَصْبِرْ ' فَاِنَّہٗ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَمَاتَ ' فَمِیْتَۃٌ جَاھِلِیَّۃٌ)) (رواہ مسلم)

"تم میں سے آدمی اپنے امیر میں کوئی ایسی بات دیکھے کہ جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اسے چاہئے کہ صبر کرے۔ کیونکہ جس نے جماعت کو بالشت بھر بھی چھوڑ دیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا تو اس کی یہ موت جاہلیت کی موت ہو گی۔"

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خِیَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُحِبُّوْنَھُمْ وَیُحِبُّوْنَکُمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْکُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَیْھِمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُبْغِضُوْنَھُمْ وَیُبْغِضُوْنَکُمْ وَتَلْعَنُوْنَھُمْ وَیَلْعَنُوْنَکُمْ ' قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَفَلَا نُنَابِذُھُمْ بِالسَّیْفِ؟ فَقَالَ: لَا ' مَا اَقَامُوْا فِیْکُمُ الصَّلٰوۃَ ' وَاِذَا رَأَیْتُمْ مِنْ وُلَاتِکُمْ شَیْئًا تَکْرَھُوْنَہٗ فَاکْرَھُوْا عَمَلَہٗ وَلَا تَنْزِعُوْا یَدًا مِنْ طَاعَتِہٖ))

(رواہ مسلم۔ کتاب الامارۃ)

"تمہارے امراء میں سے وہ بہترین ائمہ ہیں کہ تم ان سے محبت کرو اور وہ تم سے محبت کرتے ہوں۔ وہ تمہارے لئے اللہ کی طرف سے سلامتی کے طلبگار ہوں اور تم ان کے لئے سلامتی کے طلبگار ہو۔ اور تمہارے برے امراء وہ ہیں کہ تم ان سے بغض رکھو اور وہ تم سے کینہ رکھتے ہوں۔ تم ان پر لعن طعن کرتے ہو اور وہ تم پر لعنتیں بھیجتے ہوں۔ پوچھا گیا: "اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم ایسے لوگوں

کو تلوار سے نہ کاٹ پھینکیں؟" تو آپؐ نے فرمایا: "نہیں! جب تک وہ تمہارے اندر نماز کو قائم کئے رکھیں (ایسا کام نہیں کرنا) اور جب تم اپنے امراء میں کوئی ایسی چیز دیکھو کہ جسے تم ناپسند کرتے ہو تو تم اس کے عمل کو ناپسند کرو مگر اس کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نہ کھینچو۔"

کتاب و سنت میں امراء کی اطاعت کے واجب ہونے کی راہنمائی ملتی ہے' جب تک وہ نافرمانی کا حکم نہ دیں ان کی اطاعت فرض ہے۔ آپ اللہ ذوالجلال کے اس فرمان پر غور فرما لیں: "ایمان والو! اللہ تعالیٰ' اس کے رسول اور اپنے امراء کی اطاعت کرو۔" (سورۃ النساء ۴/ ۵۹) البتہ یہاں ایک نقطہ غور طلب ہے اور وہ یہ کہ: اللہ رب العالمین نے اپنے لئے بھی فرمایا: ﴿ اَطِيْعُوا اللّٰهَ ﴾ "اللہ کی اطاعت کرو۔" اور اپنے رسول کے لئے بھی فرمایا کہ: ﴿ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ "اور اس نبی کی بھی اطاعت کرو۔" مگر امراء (اولیاء الامور) کے لئے ﴿ اَطِيْعُوا ﴾ نہیں فرمایا۔ داؤ عاطفہ دے کر ﴿ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ کی اطاعت لازم کر دی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امراء اپنی اطاعت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرح الگ نہیں ہوں گے بلکہ ان کی اطاعت ہر اس کام میں لازم ہو گی کہ جس کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم اللہ اور رسولؐ نے دیا ہو۔ ان کا ہر ہر حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے تابع ہو گا۔ اس لئے بظاہر اطاعت تو امراء کی ہو گی مگر درحقیقت یہ اللہ کے رسول (ﷺ) کی اطاعت ہو گی اور آپؐ کا فرمان گرامی ہے کہ: ((مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ)) "جس نے رسول اللہ کی اطاعت کر لی اس نے اللہ کی گویا اطاعت کی۔" اس اعتبار سے اولی الامر کی اطاعت صرف اسی کام میں ہو گی کہ جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے دیا ہو۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کی اطاعت کرتے ہی چلے جاؤ چاہے وہ ظلم ہی کیوں نہ کریں تو ان کے ظلم پر صبر کرنا غلطیوں' گناہوں کا کفارہ اور اجر و ثواب کو دوگنا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ وہ لوگ ظلم کیوں کرتے ہیں؟ اس لئے کہ اللہ ذوالجلال نے ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں ہم پر مسلط کر دیا ہوتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے اللہ سے معافی مانگیں۔ اللہ ذوالجلال کا فرمان

ہے:

﴿ وَمَآ أَصَٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ أَيۡدِيكُمۡ وَيَعۡفُواْ عَن كَثِيرٖ ﴿٣٠﴾ ﴾ (الشوری٤٢/ ٣٠)

"اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے' سو تمہارے اپنے افعال کی وجہ سے (آتی ہے) اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔"

﴿ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعۡضَ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعۡضَۢا بِمَا كَانُواْ يَكۡسِبُونَ ﴿١٢٩﴾ ﴾

(الأنعام٦/ ١٢٩)

"اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے اعمال کے سبب کہ جنہیں وہ کرتے تھے' ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں۔"

اور اگر رعایا ظالم امیر (حاکم) کے ظلم سے نجات پانا چاہتے ہوں تو انہیں خود ظلم چھوڑ دینا چاہئے۔ مسلم حکام کے خلاف جہاد یہ ہے کہ انہیں اور ان کے مددگاروں کو نصیحت کی جائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "دین نصیحت ہے' راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یہ نصیحت کرنا کس کا حق ہے؟ فرمایا: اللہ کا' اس کی کتاب کا' اس کے رسول کا' مسلمانوں کے علماء' ائمہ کرام کا اور ان کے عام لوگوں کا۔"

اسی طرح آپ کا ایک فرمان یہ بھی ہے:

((اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ))

(رواہ ابوداؤد' حدیث نمبر ۴۳۴۴)

"ظالم حاکم کے سامنے انصاف کی بات کہنا افضل جہاد ہے۔" (کیونکہ جان کا خطرہ ہوتا ہے)

اللہ ذوالجلال کے درج ذیل فرمان کو حق' سچ ثابت کرنے کے لئے اور ایسے ظالم حاکموں کے ظلم سے نجات کی راہ واضح کرنے کے لئے کہ جو ہماری نسلوں میں سے ہیں اور ہماری ہی زبان بولتے ہیں' مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے رب کے ہاں تائب ہو جائیں' اپنے عقائد درست کر لیں' اپنے آپ کی اور اپنے اہل خانہ کی صحیح اسلام پر تربیت کر لیں۔ فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا۟ مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴾ (الرعد۱۳/ ۱۱)

"بلاشبہ اللہ رب العالمین اتنی دیر تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔"

ہمارے ہم عصر ایک داعی نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اسلام کی حکومت اپنے دلوں میں قائم کر لو اللہ تمہیں زمین پر حکومت عطا کر دے گا۔" اسی طرح حکومت کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لئے اس کی اصلاح نہایت ضروری ہے اور وہ بنیاد معاشرہ ہے۔ اس ضمن میں اللہ نے ایک اصول اور وعدہ بیان کیا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّـٰلِحَـٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَـٰسِقُونَ ﴿٥٥﴾ ﴾ (النور۲٤/ ٥٥)

"جو لوگ تم میں ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے' اللہ رب العالمین کا ان سے وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا۔ جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم اور پائیدار کر دے گا۔ اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت (کھلے بندوں) کر سکیں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ ہی بدکردار ہیں۔" (اور بدکرداروں کا انجام دنیا و آخرت میں بہت برا ہوتا ہے)

تمام جماعتوں کو میری عمومی نصیحت

میں پوری طرح سے بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میری عمر ستر برس سے تجاوز کر چکی ہے۔ اس حالت میں' میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلم جماعتوں کے ذمہ داران اور کارکنان کو اپنے بچے سمجھتے ہوئے' رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان گرامی ((اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ)) "دین نصیحت ہے" کے مطابق خیر کی چند نصیحتیں کر جاؤں کیونکہ عمر کا کچھ علم نہیں کہ کب بے وفائی کر جائے۔

① اللہ ذوالجلال کے درج ذیل فرمان عظیم پر عمل کرتے ہوئے' انہیں چاہیے کہ قرآن حکیم اور سنت نبوی (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴾ (آل عمران ۳/ ۱۰۳)

"اللہ کی رسی (قرآن و سنت) کو مضبوطی سے تھام لو (صرف انہی پر عمل کرو) اور فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ۔

(رواہ مالک وصححہ الالبانی)

"تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اس کے رسول کی سنت ہے۔"

② اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان پر صحابہ کرام کے عمل کی طرح' اگر جماعتوں کا آپس میں اختلاف ہو جائے تو ان پر لازم ہے کہ وہ قرآن و سنت کی طرف رجوع کریں۔ فرمایا:

﴿ فَإِن تَنَٰزَعۡتُمۡ فِي شَيۡءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمۡ تُؤۡمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيۡرٞ وَأَحۡسَنُ تَأۡوِيلًا ۝٥٩ ﴾ (النساء٤/ ٥٩)

"اور اگر کسی بات میں تمہارے درمیان اختلاف واقع ہو جائے تو اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس وقت اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے حکم کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت ہی اچھی بات ہے اور اس کے مآل بھی اچھا ہے۔"

اور صحابہ کرام کے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان پر عمل کی طرح بھی' فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوا بِهَا))

(رواہ احمد)

"میری اور سیدھی راہ پر چلنے والے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو لازم پکڑنا تمہارے اوپر واجب ہے۔ اس پر تمسک اختیار کرو۔"

③ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے میری تیسری نصیحت یہ ہے کہ وہ عقیدہ توحید کو اختیار کرنے کا اہتمام فرمائیں۔ قرآن حکیم نے اس پر بہت زور دیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز بھی اسی عقیدہ سے ہی کیا تھا۔ پھر آپؐ نے اپنے صحابہ کو بھی عقیدہ توحید سے ہی آغاز کرنے کا حکم دیا تھا۔

④ میں نے مسلمانوں کی بہت ساری جماعتوں کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ سلفی دعوت کے ساتھ منسلک جماعتیں ہی سلف صالحین کے فہم و ادراک کے مطابق قرآن و سنت کا التزام کرتی ہیں دوسری نہیں۔ اس سلفی عقیدہ' عمل اور دعوت والی جماعت کی طرف ہی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے درج ذیل فرمان میں اشارہ فرمایا تھا:

((اَلَا اِنَّ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ افْتَرَقُوْا عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً' وَاِنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ' ثِنْتَانِ وَّسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ))(رواہ احمد وحسنہ الحافظ)

"خبردار! بے شک تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور امت اسلامیہ تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے بہتر فرقے جہنم میں جائیں اور ایک جنت میں داخل ہو گا۔ اور یہ جماعت ہو گی۔ (جماعت سے مراد قرآن وسنت پر جمع ہونے والے لوگ ہیں)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ: (امام ترمذی رحمہ اللہ کے اضافتاً یہ الفاظ بھی ہیں)

((كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةٌ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ))

(رواہ الترمذی وحسنہ الالبانی)

"سب کے سب جہنم میں جائیں گے سوائے ایک جماعت کے اور یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جو اسی طریقہ پر رہیں گے جس پر میں اور میرے صحابہ کاربند ہیں۔"

رسول کریم ﷺ یہاں اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ یہود و نصاریٰ بہت سارے فرقوں میں بٹ گئے اور مسلمان ان سے بھی زیادہ اختلاف کا شکا ہوں گے۔ یہ سب فرقے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبیؐ کی سنت سے دوری اور ان سے انحراف کی بنا پر جہنم میں داخلے کے لئے نشانہ بنیں گے۔ صرف ایک فرقہ ہو گا جو جہنم سے نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہو گا۔ یہ جماعت کتاب و سنت اور صحابہ کرام کے عمل کو مضبوطی سے تھامنے والی ہو گی۔

خالص توحید کی طرف دعوت' شرک سے جنگ' صحیح احادیث کی معرفت' ضعیف اور موضوع احادیث سے دور رہنے کے لئے خبردار کرتے رہنا اور شرعی احکام کو پورے دلائل کے ساتھ جان لینے کے لئے سلفی دعوت اپنے اندر ایک امتیاز رکھتی ہے۔ اور یہ مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے۔ میں اپنے تمام مسلم بھائیوں کو سلفی دعوت کے ساتھ التزام کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہی لوگ کامیاب جماعت (فرقہ ناجیہ) ہیں اور یہ وہ طائفہ' منصورہ (اللہ کی مدد یافتہ جماعت) ہے کہ جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ 'لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذَالِكَ)) (رواہ مسلم حدیث نمبر ۴۹۵۰)

"میری اُمت میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی رہے گی جو حق پر ہوگی اور دوسروں پر غالب رہے گی۔ جو بھی ان کی مخالفت کرے گا وہ اس کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ (ہر دور میں یہ لوگ باقی رہیں گے) حتیٰ کہ قیامت کا دن آجائے۔

اے اللہ! ہمیں بھی اس فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ میں کر دے۔ (آمین یا رب العالمین)

⑤ تمام اسلامی جماعتوں پر لازم ہے کہ وہ آپس میں حسد اور کینہ رکھنے والی گروہ بندی سے دور رہیں۔ اور اللہ ذوالجلال کے اس فرمان کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ ہر اس کام میں تعاون کریں کہ جو مسلمانوں کے لئے نفع بخش ہو اور جو ان کے لئے بھلائی لے کر آئے۔ فرمایا:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾
(المائدة ٥/ ٢)

"نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو' گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو۔"

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

((اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ 'لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یَخْذُلُهٗ وَلَا یَحْقِرُهٗ 'اَلتَّقْوٰی هٰهُنَا' وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِهٖ ثَلَاثَ مِرَارٍ' بِحَسْبِ امْرِیءٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ' کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ))

(رواہ مسلم حدیث نمبر ۶۵۴۱)

"مسلمان' مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ذلیل کرے اور نہ ہی اسے حقیر جانے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری یہاں ہے۔ اور اشارہ کیا آپؐ نے اپنے سینے کی طرف' تین بار' کافی ہے آدمی کو یہ برائی کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ مسلمان کی سب چیزیں' اس کا خون' اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہیں۔"

اس طرح تمام مسلم جماعتوں کو چاہئے کہ نہ تو آپس میں ایک دوسرے سے حسد کریں اور نہ بغض رکھیں۔ ہر جماعت کو چاہئے کہ اگر کسی کی نصیحت قرآن و سنت کے مطابق ہو تو اسے فوراً قبول کرلے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ بَنِيْ آدَمَ خطاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ))(حسن' رواہ احمد وغیرہ)

"ہر آدمی خطار کار ہے اور بہترین خطار کار توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔"

میں یہاں اپنی بات کا خاتمہ درج ذیل دعا پر کرتا ہوں۔ "اے اللہ! ہمارے درمیان اصلاح فرمادے اور ہمارے دلوں میں الفت ڈال دے۔ ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلادے۔ اے اللہ! ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت کی راہنمائی کرنے والے بنادے' نہ خود گمراہ ہوں اور نہ دوسروں کو گمراہ کرنے والے ہوں۔ تیرے اولیاء (دوستوں) کے لئے سراپہ سلامتی اور تیرے دشمنوں کے لئے مکمل جنگ بن جائیں۔ (وَصَلِّ اَللّٰهُمَّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّم)

ایک مجرب اور مستجاب دعا

اپنی بعض بیماریوں سے شفا کے لئے میں یہ دعا باقاعدہ پڑھتا رہا اور اللہ رب العالمین نے مجھے شفادے دی۔ اسی طرح میں نے اسے اپنی بعض مشکلات کے وقت پڑھا تو اللہ کریم نے انہیں حل کر دیا۔ ہر مسلمان کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی مشکلات کے وقت وہ اسے پڑھا کریں اللہ ذوالجلال ان کے لئے آسانیاں پیدا کر دیں گے۔ (ان شاء اللہ)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جس شخص کی رات سوتے وقت آنکھ کھل گئی اور اس نے جاگتے ہی یہ کلمات پڑھ لئے۔ تو اس کی دعا بھی اللہ قبول کر لیتے ہیں اور اگر اس نے وضو کر کے نماز پڑھ لی' اس کی نماز قبول کر لی جاتی ہے۔"

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ وَ يُمِيْتُ ' بِيَدِهٖ

الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ' سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ ' وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ' وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ))

(رواہ البخاری کتاب التہجد حدیث نمبر ۱۱۵۴ وغیرہ من المحدثین)

محمد بن جمیل زینو
دار الحدیث مکۃ المکرمۃ
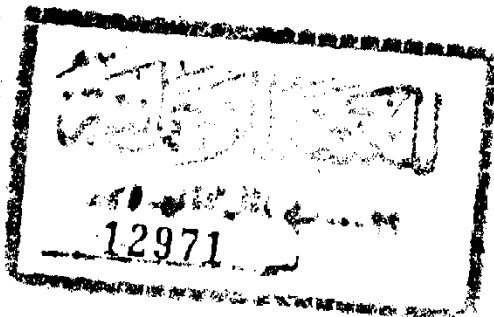
ہماری دیگر علمی و دعوتی مطبوعات